لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

النور

امان ۱۳۹۰ ہش
مارچ ۲۰۱۱ء

مسیح موعودؑ نمبر

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

مسجد بیت الحمید، چینو (لاس اینجلس)، کیلیفورنیا
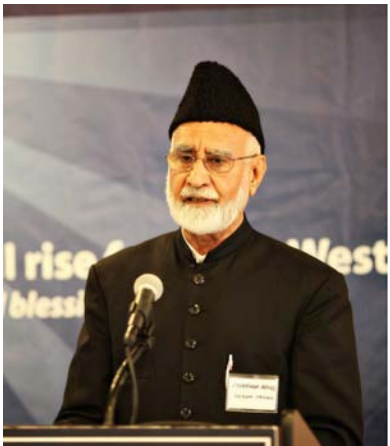
Dr. Hamid ur Rahman and Imam Mubasher Ahmad addressing audience of West Coast Jalsa Salana, held at Chino, California

Zohaib Khan from Chicago received "Cum Laude" Honors Award for his Outstanding Academic Achievement

Maulana Naseem Mahdi Sahib with members of Silver Spring Jama'at

Imam Shamshad A Nasir visiting Ambassador of Sierra Leone

Tabligh Table at an event at Brooklyn Park, MN

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ؕ (2:258)

مارچ 2011

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۙ﴿۴﴾ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ﴿۶﴾

(سورۃ الکافرون)

کہہ دے کہ اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور میں کبھی اس کی عبادت کرنے والا نہیں بنوں گا جس کی تم نے عبادت کی ہے اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے بنو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین۔

{700 احکام خُداوندی صفحہ 61}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com
OR
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرس

قرآن کریم

اَفَمَنۡ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ وَیَتۡلُوۡہُ شَاہِدٌ مِّنۡہُ وَمِنۡ قَبۡلِہٖ کِتٰبُ مُوۡسٰۤی اِمَامًا وَّرَحۡمَۃً ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ ؕ وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِہٖ مِنَ الۡاَحۡزَابِ فَالنَّارُ مَوۡعِدُہٗ ۚ فَلَا تَکُ فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡہُ ٭ اِنَّہُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝

(ھود:18)

پس کیا جو (شخص) اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر (قائم) ہے اور (اس کی صداقت کا) ایک گواہ اس (یعنی خداوند تعالیٰ) کی طرف سے (آکر) اسکی پیروی کرے گا اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب تھی جو (لوگوں کیلئے) امام اور رحمت تھی (ایک جھوٹے مدعی جیسا ہوسکتا ہے؟) وہ (یعنی موسیٰ کے سچے پیرو) اس پر (بھی ضرور) ایمان لاتے ہیں۔ اور ان (مخالف) گروہوں میں سے جو کوئی اس کا انکار کرے گا تو (دوزخ کی) آگ اس کے (لئے) وعدہ کی جگہ ہے پس (اے مخاطب) تو اس کے متعلق کسی (قسم کے) شک میں نہ پڑ۔ وہ یقیناً بالکل حق ہے۔ (اور) تیرے ربّ کی طرف سے ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لایا کرتے۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ:

شاھد منه کے متعلق مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ بعضوں نے شاھد سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور افمن کان سے مومن مراد لئے ہیں۔ مگر یہ معنی بالکل خلاف عقل ہیں۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تھے اور مومن پیچھے تھے۔ اور اس آیت میں افمن کان والا وجود پہلے اور یتلوہ شاھد منه والا پیچھے بتایا گیا ہے۔ بعض نے شاھد منه کے معنی ابوبکرؓ کے اور بعض نے حضرت علیؓ کے کئے ہیں مگر یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ آیت میں شاھد کیلئے منه کی شرط لگائی گئی ہے۔ یعنی وہ شاھد خدا تعالیٰ کی طرف سے اس شہادت کیلئے حکم پا کر کھڑا ہوگا اور حضرت ابوبکر اور حضرت علی کی طرف سے ہرگز یہ دعویٰ نہ تھا کہ ان کو خدا تعالیٰ نے شہادت کیلئے مبعوث کیا ہے بعض لوگوں نے عبداللہ بن سلام کو شاہد قرار دیا ہے۔ لیکن ان پر بھی یہی اعتراض پڑتا ہے۔

پس جاننا چاہیئے کہ اس جگہ خصوصیت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی ذکر ہے۔ جن کا نزول خدا تعالیٰ کی طرف سے اسی رنگ میں ہونا تھا جیسے کہ پہلے بیّنہ کا نزول ہوا تھا۔ اور جنکی آمد کی غرض یہ تھی کہ وہ اسلام کی صداقت کی شہادت تازہ نشانوں سے دیں جبکہ اسلام کی صداقت اور اس کی قوت قدسیہ کے خلاف بہت سے امور جمع ہونے والے تھے۔۔۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یتلوہ شاھد منه میں آئندہ زمانہ میں ایک گواہ کی امید دلائی گئی ہے جو اس کی صداقت کو لوگوں سے منوائے گا۔ نہ کسی ایسے شخص کی جو قرآن کریم کی تعلیم کو منسوخ کرے گا۔ پس اس آیت میں بہائیوں کا رَدّ ہے۔ اور یہ ان پر حجت ہے۔ کیونکہ گو وہ قرآن کریم کو سچا تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کا زمانہ اب گزر گیا ہے۔ اور بہاء اللہ کو قرآن کریم کا موعود وجود قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ آیت بتاتی ہے کہ موعود وجود قرآن کریم کو ہمیشہ کیلئے قابل عمل ثابت کرنے کیلئے اور اس کی صداقت کا گواہ بن کر آئے گا نہ کہ اسے منسوخ کرنے کیلئے پس ایسا کوئی شخص جو قرآن کریم کو منسوخ کرتا ہے قرآن کریم کا موعود ہو ہی نہیں سکتا۔

(تفسیرِ کبیر جلد سوم صفحات 164-167)

احادیثِ مبارکہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ۔

(بخاری کتاب الانبیاء نزول عیسیٰ بن مریم و مسلم و مسند احمد صفحہ 336/2)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہاری حالت کیسی نازک ہوگی جب ابن مریم یعنی مثیل مسیح مبعوث ہوگا جو تمہارا امام اور تم میں سے ہوگا۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں سے ہونے کی وجہ سے وہ تمہاری امامت کے فرائض انجام دے گا۔

☆......☆......☆......☆

یُوْشَکُ مَنْ عَاشَ مِنْکُمْ اَنْ یَّلْقٰی عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ اِمَامًا مَهْدِیًّا حَکَمًا عَدْلًا یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ۔

(مسند احمد صفحہ 156/2)

تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ (انشاء اللہ تعالیٰ) عیسیٰ بن مریم کا زمانہ پائے گا وہی امام مہدی اور حکم وعدل ہوگا جو صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔

☆......☆......☆......☆

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَنْزِلَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا مُقْسِطًا وَاِمَامًا عَدْلًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَةَ وَیُفِیْضُ الْمَالَ حَتّٰی لَایَقْبَلَهٗ اَحَدٌ۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب فتنۃ الدجال و خروج عیسیٰ بن مریم و خروج یاجوج و ماجوج)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تک عیسیٰ بن مریم جو منصف مزاج حاکم اور امام عادل ہوں گے مبعوث ہو کر نہیں آتے قیامت نہیں آئے گی۔ (جب وہ مبعوث ہوں گے تو) وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کے دستور کو ختم کریں گے اور ایسا مال تقسیم کریں گے جسے لوگ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔

☆......☆......☆......☆

ارشاداتِ عالیہ بانئ جماعت احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

''ہزار ہا آدمیوں نے میرے ہاتھ پر اپنے طرح طرح کے گناہوں سے توبہ کی ہے اور ہزار ہا لوگوں میں بعد بیعت میں نے ایسی تبدیلی پائی ہے کہ جب تک خدا کا ہاتھ کسی کو صاف نہ کرے ہرگز ایسا صاف نہیں ہوسکتا اور میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرے ہزار ہا صادق اور وفادار مرید بیعت کے بعد ایسی پاک تبدیلی حاصل کر چکے ہیں کہ ایک ایک فرد ان میں بجائے ایک ایک نشان کے ہے۔''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد22صفحہ249)

''ہزار ہا انسان خدا نے ایسے پیدا کئے کہ جن کے دلوں میں اس نے میری محبت بھر دی۔بعض نے میرے لئے جان دے دی اور بعض نے اپنی مالی تباہی میرے لئے منظور کی اور بعض میرے لئے اپنے وطنوں سے نکالے گئے اور دکھ دیئے گئے اور ستائے گئے اور ہزار ہا ایسے ہیں کہ وہ اپنے نفس کی حاجات پر مجھے مقدم رکھ کر اپنے عزیز مال میرے آگے رکھتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ ان کے دل محبت سے پُر ہیں اور بہتیرے ایسے ہیں کہ اگر میں کہوں کہ وہ اپنے مالوں سے بکلی دستبردار ہو جائیں یا اپنی جانوں کو میرے لئے فدا کریں تو وہ طیار ہیں جب میں اس درجہ کا صدق اور ارادت اکثر افراد اپنی جماعت میں پاتا ہوں تو بے اختیار مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اے میرے قادر خدا! درحقیقت ذرّہ ذرّہ پر تیرا تصرف ہے تو نے ان دلوں کو ایسے پُر آشوب زمانہ میں میری طرف کھینچا اور ان کو استقامت بخشی۔ یہ تیری قدرت کا نشان عظیم الشان ہے۔''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد22صفحہ 239-240)

''میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں جو سچے دل سے میرے پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت ایسے روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزار ہا بیعت کنندگان میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں۔۔۔اور ان کے چہرہ پر۔۔۔اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔ہاں شاذ و نادر کے طور پر اگر کوئی اپنے فطرتی نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہو تو وہ شاذ و نادر میں داخل ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے۔۔۔پھر بھی میں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا۔مگر دل میں خوش ہوں۔''

(سیرت المھدی جلد اول صفحہ 150)

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کیا تمہاری آنکھ سب کچھ دیکھ کر اندھی ہوئی
کچھ تو اُس دن سے ڈرو یارو! کہ ہے روزِ شمار

آنکھ رکھتے ہو ذرا سوچو کہ یہ کیا راز ہے
کس طرح ممکن کہ وہ قدّوس ہو کاذب کا یار

یہ کرم مُجھ پر ہے کیوں کوئی تو اس میں بات ہے
بے سبب ہر گز نہیں یہ کاروبارِ کردگار

مُجھ کو خود اس نے دیا ہے چشمہء توحیدِ پاک
تالگادے از سرِ نَو باغِ دیں میں لالہ زار

دوش پر میرے وہ چادر ہے کہ دی اُس یار نے
پھر اگر قُدرت ہے، اَے مُنکر تو یہ چادر اُتار

خیرگی سے بدگمانی اس قدر اچھی نہیں
اِن دنوں میں جب کہ ہے شورِ قیامت آشکار

ایک طُوفاں ہے خُدا کے قہر کا اب جوش پر
نوحؑ کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار

صدق سے میری طرف آؤ اِسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار

پُشتیِ دیوارِ دیں اور مامنِ اسلام ہُوں
نارسا ہے دستِ دشمن تا بفرقِ ایں جدار

جاہلوں میں اس قدر کیوں بدگمانی بڑھ گئی
کچھ بُرے آئے ہیں دن یا پڑ گئی لعنت کی مار

کچھ تو سمجھیں بات کو یہ دل میں ارماں ہی رہا
واہ رے شیطاں عجب ان کو کیا اپنا شکار

اے کہ ہر دم بدگمانی تیرا کاروبار ہے
دوسری قوت کہاں گم ہوگئی اَے ہوشیار

میں اگر کاذب ہوں کذّابوں کی دیکھوں گا سزا
پر اگر صادق ہُوں پھر کیا عُذر ہے روزِ شمار

اس تعصّب پر نظر کرنا کہ مَیں اسلام پر
ہوں فدا پھر بھی مجھے کہتے ہیں کافر بار بار

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برداشت اور عفو اور ہر خُلق کا نمونہ بے مثال تھا۔ ان نمونوں پر چلنا، ان کی طرف توجہ دینا آج کے مسلمانوں کا بھی فرض ہے۔

اگر مسلمان اس نکتہ کو سمجھ لیں تو اسلام کے پیغام کو کئی گنا ترقی دے سکتے ہیں۔ کاش کہ یہ لوگ شدت پسند گروہوں کے چنگل سے نکل کر اس اُسوہ پر غور کریں جو ہمارے سامنے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے رکھا ہے۔

آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کے منافقوں کے ساتھ عفو ودرگزر اور حسن سلوک کے غیر معمولی نمونوں کا تذکرہ

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 14؍جنوری 2011ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

خُذِالْعَفْوَ وَاْمُرْبِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ
(الاعراف: 200)
عفو اختیار کر، اور معروف کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس فقرے نے کہ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن۔ یعنی آپ کی زندگی قرآنی احکام اور اخلاق کی عملی تصویر تھی، آپؐ کے اعلیٰ ترین اخلاق کے وسیع سمندر کی نشاندہی فرمادی کہ جاؤ اور اس سمندر میں سے قیمتی موتی تلاش کرو۔ اور خلقِ عظیم کے جو موتی بھی تم تلاش کرو گے اس پر میرے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر ثبت ہوگی۔ یہ ہے وہ مقامِ خاتمیتِ نبوت جو اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدہ:4) کے خدائی ارشاد میں ہمیں نظر آتا ہے۔ پس دین کا کمال اور نعمت کا پورا ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری شرعی کتاب اتار کر اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں پورا فرمادیا۔ پس آپ سے زیادہ کون اس الٰہی کتاب کو سمجھنے والا اور اپنے رب کے منشاء کو سمجھنے والا ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو جہاں قرآن کی عملی تصویر ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہمارے لئے اسوہ حسنہ بھی ہے۔

اس وقت مَیں آپ کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ایک حسین پہلو کی چند جھلکیاں پیش کروں گا جس نے نیک فطرت لوگوں کو تو آپ کے عشق و محبت میں بڑھا دیا۔ اور منافقین کے گند سے صرفِ نظر کرتے ہوئے جب آپ نے یہ خُلق دکھایا کہ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ تو دنیا پر ان لوگوں کی فطرت واضح ہو گئی۔ یہ خُلق جس کے بارے میں مَیں بیان کرنا چاہتا ہوں یہ ’’عفو‘‘ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’خدا کے مقربوں کو بڑی بڑی گالیاں دی گئیں۔ بہت بری طرح ستایا گیا۔ مگر ان کو اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الاعراف: 200) کا ہی خطاب ہوا۔ خود اس انسان کامل ہمارے نبی ﷺ کو بہت بری طرح تکلیفیں دی گئیں اور گالیاں، بدزبانی اور شوخیاں کی گئیں۔ مگر اس خلق مجسم ذات نے اس کے مقابلہ میں کیا کیا؟ ان کے لئے دعا

کی اور چونکہ اللہ نے وعدہ کرلیا تھا کہ جاہلوں سے اعراض کرے گا تو تیری عزت اور جان کو ہم صحیح وسلامت رکھیں گے اور یہ بازاری آدمی اس پر حملہ نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مخالف آپ کی عزت پر حرف نہ لا سکے اور خود ہی ذلیل وخوار ہو کر آپ کے قدموں پر گرے یا سامنے تباہ ہوئے۔''

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 99)

کہنے کو تو یہ ایک عام سی بات ہے لیکن مسلسل ظلموں سے خود بھی اور اپنے صحابہ کو بھی گزرتے ہوئے دیکھنا، اور پھر جب طاقت آتی ہے تو عفو کا ایک ایسا نمونہ دکھانا جس کی مثال جب سے کہ دنیا قائم ہوئی ہے ہمیں نظر نہیں آتی، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی خاصہ ہے۔ پھر منافقین اور غیر تربیت یافتہ لوگوں کے مقابل پر آپؐ نے تحمل اور برداشت کا اظہار فرمایا۔ یہ بھی کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھنے والا کوئی تاریخ دان ہو تو باوجود مذہبی اختلاف کے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کی برداشت اور عفو اور ہر خلق کا نمونہ بے مثال تھا۔ اور لکھنے والے جنہوں نے لکھا ہے بعض ہندو بھی ہیں اور بعض عیسائی بھی۔ بہر حال اس وقت میں چند واقعات بیان کرتا ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو کے خلقِ عظیم پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔

پہلے مَیں عبداللہ بن اُبی بن سلول کے واقعات لیتا ہوں، جو رئیس المنافقین تھا۔ ظاہر میں گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو منظور کر لیا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر غلیظ حملے کرنے کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑتا تھا۔ مدینہ میں رہتے ہوئے مسلسل یہ واقعات ہوتے رہتے تھے۔ اس کی دشمنی اصل میں تو اس لئے تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت سے پہلے مدینہ کے لوگ اسے اپنا سردار بنانے کا سوچ رہے تھے لیکن آپؐ کی مدینہ آمد کے بعد جب آپ ﷺ کو ہر قبیلے اور مذہب کی طرف سے سربراہِ حکومت کے طور پر تسلیم کر لیا گیا تو یہ شخص ظاہر میں تو نہیں لیکن اندر سے، دل سے آپ ﷺ کے خلاف تھا اور اس کی مخالفت مزید بڑھتی گئی، اس کا کینہ اور رنجشیں مزید بڑھتی گئیں۔ ایک روایت میں آپ ﷺ کے مدینہ جانے کے بعد اور جنگِ بدر سے پہلے کا ایک واقعہ ملتا ہے جس سے عبداللہ بن اُبی بن سلول کے دل کے بغض اور کینے اور اس کے مقابلے پر آپ کے صبر کا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہ اظہار جو دراصل عفو تھا، یہ عفو اور آپ ﷺ کا ردّعمل ظاہر ہوتا ہے۔ بہر حال روایت میں آتا ہے۔ امام زہری روایت کرتے ہیں کہ مجھے عروہ بن زبیر نے بتایا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک کے علاقہ کی ایک چادر ڈال کر گدھے پر سوار ہوئے اور اپنے پیچھے اسامہ بن زید کو بٹھایا اور سعد بن عبادہ ؓ کی عیادت کے لئے بنو حارث بن خزرج میں واقعہ بدر سے پہلے (یعنی جنگِ بدر سے پہلے) تشریف لے جا رہے تھے تو ایک ایسی مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبداللہ بن اُبی بن سلول بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اس وقت اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس مجلس میں مسلمان بھی بیٹھے ہیں، بُت پرست بھی ہیں اور یہودی بھی بیٹھے ہیں اور اسی مجلس میں عبداللہ بن رواحہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ جب اس مجلس پر گدھے کے پاؤں سے اٹھنے والی دھول پڑی تو عبداللہ بن اُبی بن سلول نے اپنی چادر سے ناک کو ڈھانک لیا۔ پھر کہا ہم پر مٹی نہ ڈالو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب لوگوں کو سلام کیا۔ پھر رُک گئے اور اپنی سواری سے اترے اور ان کو دعوتِ اِلی اللہ کی۔ اُن کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ اُس پر عبداللہ بن اُبی بن سلول نے کہا اے صاحب! جو بات تم کہہ رہے ہو، وہ اچھی بات نہیں ہے اور اگر یہ حق بات بھی ہے تو ہمیں ہماری مجلس میں سنا کر تکلیف نہ دو۔ اپنے گھر میں جاؤ اور جو شخص تمہارے پاس آئے اسے قرآن پڑھ کر سنانا۔ عبداللہ بن اُبی بن سلول کی یہ باتیں سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ نے کہا۔ کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ ہماری مجالس میں آ کر قرآن سنایا کریں کیونکہ ہم قرآن کو سننا پسند کرتے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ مسلمان اور مشرک اور یہود سب اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس طرح بحث میں الجھ گئے کہ لگتا تھا کہ ایک دوسرے کے گلے پکڑ لیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مسلسل خاموش کرواتے رہے اور وہ چُپ ہو گئے۔ جب خاموش ہو گئے تو آپؐ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور سعد بن عبادہؓ کے پاس پہنچے اور اس کو جا کر بتایا کہ ابوحباب یعنی عبداللہ بن اُبی بن سلول نے کیا کہا ہے؟ اُس نے یہ بات کی ہے۔ تو سعد بن عبادہؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! اس سے عفو اور درگزر کا سلوک فرمائیں۔ اُس ذات کی قسم جس نے آپ پر قرآنِ کریم جیسی عظیم کتاب نازل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حق کو لے آیا جس کو اس نے آپ پر نازل فرمایا۔ اس سرزمین کے لوگوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ عبداللہ بن اُبی بن سلول کو تاج پہنا کر اپنا بادشاہ بنائیں اور اس کے دست و بازو کو مضبوط کریں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس فیصلے سے اس حق کے باعث جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمایا ہے انکار کر دیا تو اس سے اس کو بڑا دکھ پہنچا۔ اس وجہ سے اس نے آپ سے یہ بدسلوکی کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے عفو کا سلوک فرمایا۔

یہ اس وجہ سے نہیں فرمایا کہ سعد بن عبادہ نے بات کی تھی کہ عفو کا سلوک فرمائیں بلکہ آپؐ نے اس کو یہ بتانے کے لئے بات کی تھی کہ آج اس نے اس طرح میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے لیکن مَیں تو بہر حال عفو کا سلوک کرتا چلا جاؤں گا۔ آگے پھر لکھا ہے کہ آپؐ اور آپ کے صحابہ مشرکوں اور اہلِ کتاب سے درگزر کا سلوک فرماتے تھے جیسا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا۔ اور وہ ان کی طرف سے ملنے والی

تکالیف پر صبر کرتے تھے۔لیکن کچھ عرصہ بعد جب عبداللہ بن اُبی بن سلول بظاہر مسلمان ہوا تو اپنی منافقانہ چالوں سے آپؐ کو تکلیف پہنچانے کی ہمیشہ کوشش کرتا رہتا تھا۔

ایک روایت میں آتا ہے۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ وہ کسی غزوہ کے لئے گئے ہوئے تھے کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے ایک انصاری کی پشت پر ہاتھ مارا۔اس پر اس انصاری نے بآوازِ بلند کہا کہ اے انصار! میری مدد کو آؤ اور مہاجر نے جب معاملہ بگڑتے ہوئے دیکھا تو اس نے باآوازِ بلند کہا کہ اے مہاجرو! میری مدد کو آؤ۔یہ آوازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیں۔تو آپ نے دریافت فرمایا۔یہ کیا زمانہ جاہلیت کی سی آوازیں بلند ہو رہی ہیں؟ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یارسول اللہ! ایک مہاجر نے ایک انصاری کی پشت پر ہاتھ مار دیا تھا۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا کرنا چھوڑ دو۔یہ ایک بُری بات ہے۔ بہر حال پانی پینے کے اوپر یہ جھگڑا شروع ہو گیا تھا کہ مَیں پہلے پیوں گا، اُس نے کہا پہلے مَیں۔بعد میں یہ بات عبداللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین نے سنی تو اس نے کہا مہاجرین نے ایسا کیا ہے؟ اللہ کی قسم اگر ہم مدینہ لوٹے تو مدینہ کا معزز ترین شخص مدینہ کے ذلیل ترین شخص کو نکال باہر کرے گا (نعوذ باللہ)۔

عبداللہ بن اُبی بن سلول کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گئی۔یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ مَیں اس منافق کا سر قلم کر دوں۔حضرت عمرؓ کی بات سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اس سے درگزر کرو۔کہیں لوگ یہ باتیں نہ کہنے لگ جائیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیتا ہے۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ المنافقین۔باب قولہ سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم۔حدیث نمبر 4905)

اس کے باوجود کہ اس کی ایسی حرکتیں تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنا ساتھی کہا ہے۔کیونکہ جب تک وہ ظاہراً اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہا تھا۔ روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ آپ نے عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں کو بلوا کر پوچھا کہ اس طرح مشہور ہوا ہے۔یہ کیا معاملہ ہے؟ وہ سب اس بات سے مکر گئے۔ان میں بعض انصار تھے انہوں نے بھی سفارش کی اور کہا کہ شاید زید کو جو چھوٹے تھے، جنہوں نے یہ بتایا تھا کہ اُن کے سامنے یہ بات ہوئی ہے غلطی لگی ہوگی۔بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو مزید کچھ نہیں پوچھا۔جب اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو وحی کے ذریعے بتا دیا کہ یہ واقعہ سچ ہے تو سب دنیا کو، اُس وقت کے لوگوں کو پتہ لگ گیا کہ بہر حال یہ سچ ہے۔قرآنِ کریم میں اس کا ذکر یوں آتا ہے کہ

یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ ط وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ O

(المنافقون:09)

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹیں گے تو ضرور وہ جو سب سے زیادہ معزز ہے اسے جو سب سے زیادہ ذلیل ہے اس میں سے نکال باہر کرے گا۔حالانکہ عزت تمام تر اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور مومنوں کی۔لیکن منافق لوگ جانتے نہیں۔

اب اس وحی کے بعد آپؐ سے زیادہ کون جان سکتا تھا کہ عبداللہ بن اُبی ابن سلول جو ہے وہ جھوٹا اور منافق ہے۔بلکہ آپ کی فراست پہلے سے ہی یہ علم رکھتی تھی کہ یہ منافق ہے لیکن آپ نے صرفِ نظر فرمایا۔بلکہ مدینہ داخل ہونے سے پہلے جب عبداللہ بن اُبی کے بیٹے نے جو ایک مخلص مسلمان نوجوان تھا آپ کے سامنے عرض کی کہ یہ بات میں نے سنی ہے۔اور اگر آپ ﷺ کا ارادہ ہے کہ اس کو قتل کرنا ہے تو مجھے حکم دیں کہ مَیں اپنے باپ کی گردن اڑا دوں۔کیونکہ اگر کسی اور نے اسے قتل کیا یا سزا دی تو پھر کہیں میری زمانہ جاہلیت کی رگ نہ پھڑک اٹھے اور مَیں اُس شخص کو قتل کر دوں جس نے میرے باپ کو قتل کیا ہو۔تو آپؐ نے فرمایا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔کسی قسم کی کوئی سزا دینے کا مَیں ارادہ نہیں رکھتا۔بلکہ فرمایا کہ مَیں تمہارے باپ کے ساتھ نرمی اور احسان کا معاملہ کروں گا۔نہ صرف یہ کہ سزا نہیں دوں گا بلکہ نرمی اور احسان کا معاملہ کروں گا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام غزوہ بنی المصطلق، طلب ابن عبداللہ بن ابی ان یتولی قتل ابیہ...... صفحہ 672 دار الکتب العلمیۃ بیروت ایڈیشن 2001)

پھر یہی سفر تھا جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غلطی سے پیچھے رہ گئی تھیں۔جب قافلہ نے اپنی جگہ سے کوچ کیا تو بعد میں ایک صحابی نے، جو قافلہ چلے جانے کے بعد میدان کا جائزہ لے رہے تھے کہ کوئی چیز رہ تو نہیں گئی، آپ کو دیکھا۔ حضرت عائشہؓ اس وقت سوئی ہوئی تھیں تو اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا جس سے آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے فوراً اپنے اوپر چادر اوڑھ لی۔اُن صحابی نے اپنا اونٹ لا کر پاس بٹھا دیا اور آپ اس اونٹ پر بیٹھ گئیں۔جب یہ لوگ قافلے سے ملے ہیں تو انہی منافقین نے حضرت عائشہؓ کے بارہ میں طرح طرح کی افواہیں پھیلانا شروع کر دیں۔غلط قسم کے الزام (نعوذ باللہ) حضرت عائشہؓ پر لگائے گئے۔آپ ﷺ کو یہ باتیں سن کر بڑی بے چینی تھی۔حضرت عائشہؓ پر الزام لگانا اصل میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی نقصان پہنچانے والی بات تھی یا کوشش تھی۔جب یہ واقعہ ہو گیا اور مدینہ پہنچ گئے تو ایک دن آپؐ

نے مسجد میں تشریف لاکر تقریر فرمائی اور فرمایا جس کا ایک پہلا فقرہ یہ تھا کہ مجھے میرے اہل کے بارہ میں بہت دُکھ دیا گیا ہے۔لیکن آپؐ نے منافقین کے ان الزامات کو برداشت کیا۔

(بخاری کتاب المغازی باب حدیث افک حدیث نمبر 4141)

اور جنہوں نے یہ الزام لگائے تھے ان کو فوری سزا نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب حضرت عائشہ کی بریت کی وحی ہوئی تو تب بھی ان لوگوں کو کوئی سزا نہیں دی جن کے بارہ میں یہ پتہ تھا کہ الزامات لگا رہے ہیں بلکہ عفو سے کام لیا۔ بلکہ روایات میں آتا ہے جب عبداللہ بن اُبی فوت ہوا تو اس کے بیٹے نے (جو ایک مخلص مسلمان تھا جیسا کہ مَیں نے کہا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ اپنا کرتہ مجھے عنایت فرمائیں تا کہ اس کرتے میں مَیں اپنے باپ کو دفناؤں، کفناؤں۔ آپؐ نے وہ کرتہ عطا فرمایا۔ بلکہ آپ کی شفقت اور عفو کا یہ حال تھا کہ آپ اس کے جنازہ کی نماز کے لئے بھی تشریف لائے اور جنازہ پڑھایا۔ قبر پر دعا کرائی۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ آپ کو ان تمام باتوں کا علم ہے کہ یہ منافق ہے اور منافق کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کرے اور مغفرت طلب کرے تو ان کی مغفرت نہیں ہوگی۔

(بخاری کتاب الجنائز باب الکفن فی القمیص الذی یکف او لا یکف...... حدیث نمبر 1269)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ایک اجازت بھی دی ہوئی ہے۔ مَیں کوشش کروں گا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں یعنی کثرت سے کروں گا۔ اُس کے لئے اگر مجھے اس سے زیادہ بھی بخشش طلب کرنا پڑی تو کروں گا۔ یہ تھا آپ کا اُسوہ جو آپ نے اُن منافقین کے ساتھ بھی روا رکھا۔

یہ واقعہ تو میں نے بتایا کہ جس میں رئیس المنافقین کے ساتھ عفو اور بخشش کا سلوک ہے۔ اب بعض دوسری مثالیں پیش کرتا ہوں۔ مثلاً اُجڈ، غیر تربیت یافتہ بعض بدوؤں کے اخلاق ہیں جو ادب سے گری ہوئی حرکات کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو نہیں پہچانتے تھے۔ اُن پر آپ کس طرح عفو فرماتے تھے۔ اس بارہ میں ایک روایت میں آتا ہے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ مَیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھا۔ آپ نے ایک موٹے حاشیہ والی چادر زیب تن کی ہوئی تھی۔ ایک بدوی نے آپ کی چادر کو اتنی زور سے کھینچا کہ اس کے حاشیہ کے نشان آپ کے کندھے پر پڑ گئے۔ پھر اس نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اللہ تعالیٰ کے اس مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمایا ہے یہ دو اونٹ دے دیں۔ آپ نے مجھے کوئی اپنا یا اپنے والد کا مال تو نہیں دینا؟ اُس کی ایسی کرخت باتیں سن کر پہلے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر فرمایا: اَلْمَالُ مَالُ اللّٰہِ وَاَنَا عَبْدُہٗ۔ کہ مال تو اللہ ہی کا ہے اور مَیں اللہ کا بندہ ہوں۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جو مجھے تکلیف پہنچائی ہے اس کا تم سے بدلہ لیا جائے گا۔ اُس بدوی نے کہا مجھ سے اس کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم سے بدلہ کیوں نہیں لیا جائے گا؟ اُس بدوی نے کہا۔ اس لئے کہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، تبسم فرمایا (تو نرمی کا، عفو کا جو سلوک تھا، پتہ تھا۔ اسی نے ان لوگوں میں جرأت پیدا کی تھی کہ جو دل چاہے کر دیں)۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے مطلوبہ دو اونٹوں میں سے ایک اونٹ پر جَو اور دوسرے پر کھجوریں لاد دیں۔ اور وہ اس کو عنایت فرمائیں۔

(الشفاء لقاضی عیاض الباب الثانی فی تکمیل اللہ تعالیٰ ......الفصل و اما الحلم صفحہ74جزء اول دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

پھر آپ نے مخالفینِ اسلام کے ساتھ کس طرح عفو فرمایا، کیا سلوک فرمایا ہو گا۔ اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

حضرت انس ﷺ روایت کرتے ہیں کہ قریشِ مکہ کے اسّی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پر نمازِ فجر کے وقت اچانک جبل تنعیم سے حملہ آور ہوئے۔ اُن کا ارادہ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں مگر ان کو پکڑ لیا گیا۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو معاف کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔

(سنن الترمذی کتاب تفسیر القرآن باب من سورۃ الفتح حدیث نمبر 3264)

اب اس قسم کی معافی کی کوئی مثال پیش کر سکتا ہے کہ جنگی مجرم ہیں لیکن سراپا شفقت و عفو اُن کو بھی معاف فرما رہے ہیں کہ جاؤ تمہارے سے کوئی سرزنش نہیں۔ تمہیں کوئی سزا نہیں۔

پھر ایک روایت ہے۔ ہشام بن زید بن انس روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے انس بن مالکؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا اور اس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ کے بجائے اَلسَّامُ عَلَیْکَ یعنی تجھ پر ہلاکت وارد ہو، کہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کرکے فرمایا۔ تمہیں پتہ چلا ہے کہ اس نے کیا کہا تھا۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اس نے اَلسَّامُ عَلَیْکَ کہا تھا۔ صحابہ رِضوان اللّٰہ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن نے یہودی کی یہ حرکت دیکھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کیا ہم اس

کوقتل نہ کردیں؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ اسے قتل نہیں کرنا۔

(بخاری کتاب استتابة المرتدين باب اذا عرض الذمی اوغیرہ بسب النبی حدیث نمبر 6926)

ایک سبق یہ بھی دے دیا کہ میری شفقت صرف اپنوں پر نہیں، غیروں پر بھی ہے۔ جو مجھ پر ظلم کرنے والے ہیں ان پر بھی ہے۔ سزا صرف ایسے جرموں کی دینا ضروری ہے جن پر حدود قائم ہوتی ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سزا مقرر کی ہوئی ہے، جن کا قرآنِ کریم میں واضح حکم دیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے جن کے بارے میں آپ کو بتایا ہے۔ پھر آپ اور آپ کے صحابہ کو ایک یہودیہ نے گوشت میں زہر ملا کر کھلانے کی کوشش کی اور اقبالِ جرم کرنے کے باوجود آپ نے اسے معاف فرمادیا۔ صحابہ کو غصہ تھا، انہوں نے پوچھا بھی کہ اس کو قتل کردیں، آپ نے فرمایا نہیں، بالکل نہیں۔

(بخاری کتاب الھبة باب قبول الھدیة من المشرکین۔ حدیث 2617)

یہ ایک لمبی روایت ہے۔ وحشی کہتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ کو جنگِ اُحد میں شہید کرنے کے بعد مَیں مکہ میں واپس آ گیا۔ اس نے حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا اور یہیں اپنی زندگی کے دن گزارتا رہا، یہاں تک کہ مکہ میں ہر طرف اسلام پھیل گیا۔ پھر مَیں طائف چلا گیا۔ طائف والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے سفیر بھیجے اور مجھے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفیروں سے انتقام نہیں لیتے۔ چنانچہ مَیں بھی طائف والوں کے سفیروں کے ساتھ ہولیا۔ یہاں تک کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو دریافت کیا۔ کیا تم وحشی ہو؟ مَیں نے کہا جی، مَیں وحشی ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے ہی حمزہؓ کو قتل کیا تھا؟ وحشی کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کی۔ جیسے آپؐ نے سنا ہے ایسا ہی معاملہ ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خطائیں معاف کرتے ہوئے مجھے کہا کہ کیا تمہارے لئے ممکن ہے کہ تم میرے سامنے نہ آیا کرو؟ وحشی کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد مَیں مدینہ سے چلا آیا۔

(بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزة بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ حدیث نمبر 4072)

آپؐ کے عفو کی انتہا کا اس بات سے مزید پتہ چلتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحشی سے حضرت حمزہ کی شہادت کے بارہ میں مزید سوال کئے کہ کس طرح شہید کیا تھا اور پھر کیا کیا تھا؟ تو صحابہ کہتے ہیں کہ اس وقت آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اپنے چچا کی یاد تازہ ہونے پر یقیناً یہ آنسو نکلے ہوں گے۔ وہ چچا جس نے ابوجہل کے مقابلہ میں آپ کا ساتھ دیا تھا اور آپ کے حق میں کھڑے ہوئے تھے لیکن حضرت حمزہ کے قاتل سے قدرت رکھنے کے باوجود آپ نے شفقت اور عفو کا سلوک فرمایا اور وحشی کو معاف فرمایا۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر۔ سنة ثمان ذکر فتح مکة صفحہ 258-257 مطبوعہ بیت الافکار الدولیة سعودی عرب)

''فتح مکہ کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابوجہل کے قتل کا حکم دیا تھا۔ کیونکہ یہ جنگی مجرم تھا اس لئے قتل کا حکم دیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اور ان کا والد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے میں سب سے زیادہ شدت اختیار کرنے والے تھے۔ جب عکرمہ کو یہ خبر ملی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دے دیا ہے تو وہ یمن کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی بیوی جو اس کی چچازاد تھی اور حارث بن ہشام کی بیٹی تھی اسلام قبول کرنے کے بعد اس کے پیچھے پیچھے گئی۔ اس نے اسے ساحلِ سمندر پر کشتی پر سوار ہونے کا منتظر پایا۔ انتظار میں کھڑا تھا کہ کشتی آئے تو مَیں یہاں سے سوار ہو کر جاؤں۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ عکرمہؓ کو اس کی بیوی نے کشتی میں سوار پایا اور اسے اس مکالمے کے بعد واپس لے آئی کہ اے میرے چچازاد! مَیں تیرے پاس سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے، سب سے زیادہ نیک سلوک کرنے والے اور لوگوں میں سے سب سے بہتر (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے آئی ہوں۔ تم اپنے آپ کو برباد نہ کرو۔ مَیں نے تمہارے لئے امان طلب کر لی ہے۔ واپس آ جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں معاف کر دیں گے۔ کچھ نہیں کہا جائے گا۔ عکرمہ اپنی بیوی کے ساتھ واپس آئے اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میری بیوی نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے مجھے امان دے دی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ درست کہتی ہے۔ آپ کو امان دی گئی ہے۔ اس بات کا سننا تھا کہ عکرمہ نے کہا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ اَنَّکَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ پھر عکرمہ نے شرم کے باعث اپنا سر جھکا لیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عکرمہ! ہر وہ چیز جو میری قدرت میں ہے اگر تم اس میں سے کچھ مجھ سے مانگو تو مَیں تم کو عطا کر دوں گا۔ عکرمہؓ نے کہا۔ مجھے میری وہ تمام زیادتیاں معاف کردیں جو مَیں آپؐ سے کرتا رہا ہوں۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا دی کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعِکْرَمَةَ کُلَّ عَدَاوَةٍ عَادَانِیْھَا اَوْ مَنْطَقٍ تَکَلَّمَ بِہٖ۔ کہ اے اللہ! عکرمہ کو ہر وہ زیادتی جو وہ مجھ سے کرتا رہا ہے بخش دے۔ یا آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! عکرمہ میرے بارہ میں جو بھی کہتا رہا ہے وہ اس کو بخش دے''۔ کیا اس جیسی معافی کی کوئی مثال ہے؟''

(السیرة الحلبیة لعلامہ ابوالفرج نورالدین۔ ذکر فتح مکہ شرفھا اللہ تعالیٰ جلد 3 صفحہ 132 مطبوعہ بیروت 2002ء)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّم اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

ایک شخص فضالہ بن عُمیر فتح مکہ کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کر رہے تھے تو آپ کے قریب قتل کی نیت سے آیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے اس منصوبے کی خبر کر دی۔ آپ نے اسے دیکھ لیا، بلایا تو وہ گھبرا گیا۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ کس نیت سے آئے ہو۔ ظاہر ہے جب پکڑا گیا تو اس نے جھوٹ بولنا تھا، بہانے بنانے لگا۔ آپ مسکرائے اور پیار سے اسے اپنے پاس بلایا اور اس کے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا، بغیر کسی خوف کے کہ ہتھیار اس کے پاس ہے، کس نیت سے وہ آیا ہوا ہے۔ فضالہ کہتے ہیں کہ جب آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا تو میری تمام نفرت دور ہوگئی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ، تحطیم الاصنام صفحہ 747 دار الکتب العلمیۃ بیروت ایڈیشن 2001ء)

جس ہستی کے قتل کے ارادے سے میں نکلا تھا اس کے اس دستِ شفقت نے میرے دل میں اس کی محبت کے دریا بہا دیئے۔ پس یہ تھا میرے آقا کا اپنے دشمنوں سے سلوک۔ مجرم پکڑا جاتا ہے تو اسے بجائے سزا دینے کے محبت کے تیر سے اس طرح گھائل کرتے ہیں کہ وہ آپکی خاطر اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ کیا کوئی اور اس شفقت اور عفو کا مقابلہ کر سکتا ہے؟

لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ پس ان نمونوں پر چلنا ان کی طرف توجہ دینا آج کے مسلمانوں کا بھی فرض ہے۔ کاش کہ ان کو سمجھ آجائے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن بھی دو معاملات میں سے ایک کو اختیار کرنے کی اجازت دی گئی، آپؐ نے اُن میں سے آسان ترین کو اختیار فرمایا سوائے اس کے کہ اسے اختیار کرنا گناہ ہوتا۔ اور اگر اسے اختیار کرنا گناہ ہوتا تو آپ اس سے لوگوں میں سے سب سے زیادہ دور بھاگنے والے ہوتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا سوائے اس کے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود میں ناجائز طریق سے داخل ہوتا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اللہ تعالیٰ کی خاطر سزا دیتے۔

(بخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبیؐ حدیث نمبر 3560)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں روایت ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ دورانِ گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر قربان جائیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے خلاف بددعا کی تھی اور یہ دعا کی تھی کہ

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا

(نوح:27)

اے میرے ربّ! کافروں میں سے کسی کو زمین پر بستا ہوا نہ رہنے دے۔

یا رسول اللہ! اگر آپ حضرت نوح کی طرح ہمارے لئے بددعا کرتے تو ہم سب کے سب تباہ ہو جاتے۔ آپ کی کمر کو لتاڑا گیا۔ آپ کے چہرے کو خون آلود کیا گیا۔ آپ کے سامنے کے دانت توڑے گئے مگر آپ نے صرف خیر کی بات ہی کی اور آپ نے یہ دعا کی کہ **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ**۔ اے اللہ میری قوم کو بخش دے، ان کو معلوم نہیں کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔

(الشفاء لقاضی عیاض الباب الثانی فی تکمیل اللہ تعالیٰ ......الفصل و اما الحلم صفحہ73 جزء اول دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں اور دوسرے لوگوں پر بکلی فتح پا کر اور ان کو اپنی تلوار کے نیچے دیکھ کر پھر ان کا گناہ بخش دیا۔ اور صرف انہیں چند لوگوں کو سزا دی جن کو سزا دینے کے لئے حضرت احدیت کی طرف سے قطعی حکم وارد ہو چکا تھا۔ اور بجز ان ازلی ملعونوں کے ہر یک دشمن کا گناہ بخش دیا اور فتح پا کر سب کو **لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ** (یوسف:93) کہا۔ اور اس عفو تقصیر کی وجہ سے کہ جو مخالفوں کی نظر میں ایک امر محال معلوم ہوتا تھا۔ اور اپنی شرارتوں پر نظر کرنے سے وہ اپنے تئیں اپنے مخالف کے ہاتھ میں دیکھ کر مقتول خیال کرتے تھے۔ ہزاروں انسانوں نے ایک ساعت میں دین اسلام قبول کر لیا۔“

(براھین احمدیہ۔ ھر چھار حصص۔ روحانی خزائن جلد1 صفحہ287-286 بقیہ حاشیہ نمبر 11)

پس یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو تھا جو مخالفوں کی نظر میں بظاہر ایک بہت مشکل بات تھی۔ کبھی اس طرح کا عفو دکھایا جا سکتا ہے؟۔ لیکن جب آپؐ سے یہ حسنِ سلوک دیکھا تو اس کا نتیجہ کیا ہوا کہ اسلام قبول کر لیا۔ کاش آج مسلمان بھی اس نکتہ کو سمجھ لیں تو اسلام کے پیغام کو کئی گنا ترقی دے سکتے ہیں۔ کاش کہ یہ لوگ شدت پسند گروہوں کے چنگل سے نکل کر اس اسوہ پر غور کریں جو ہمارے سامنے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے۔ آمین

☆......☆......☆......☆

سیرۃ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ

مرتبہ: حبیب الرحمٰن زیروی

بیماری کی حالت میں اہل خانہ کے ساتھ نماز باجماعت

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب بوجہ بیماری مسجد میں تشریف نہ لے جاسکتے تھے تو اکثر مغرب اور عشاء کی نماز گھر میں باجماعت ادا فرماتے تھے اور عشاء کی نماز میں قریباً بلاناغہ سورۃ یوسف کی یہ آیات تلاوت فرماتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ سے لے کر اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (آیت:84) تک کی آیات آپ اس قدر دردناک لہجہ میں تلاوت فرماتے کہ دل بے تاب ہوجاتا تھا۔ وہ آواز آج تک میرے کانوں میں گونجتی ہے اور شاید میں اب تک اس لہجہ کو صحیح طور پر نقل کرسکتا ہوں۔ اس کا موجب بھی وہی تھا کہ آپؑ کے اور آپؑ کی قوم کے درمیان بھی یوسفؑ اور اس کے بھائیوں والا معاملہ گزر رہا تھا اگلی آیت کے متعلق مجھے شبہ ہے کہ آیا یہ بھی پڑھتے تھے یا نہیں اور یہ بھی شبہ ہے کہ سب آیات ایک ہی رکعت میں پڑھتے تھے یا دونوں رکعتوں میں تقسیم کرکے پڑھتے تھے''۔

(تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 356)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خوراک

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ہم نے دیکھا ہے۔ آپ کا یہ طریق تھا کہ جب آپ روٹی کھاتے تو روٹی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا توڑ کر اپنے منہ میں ڈال لیتے اور اس وقت تک کہ دانت اس کو چبا سکیں اچھی طرح چباتے رہتے۔ آپ کی عادت بڑا لقمہ لینے کی نہیں تھی بلکہ آپ ہمیشہ چھوٹا لقمہ لیتے اور جہاں اس پہلے لقمہ کو دیر تک چباتے رہتے وہاں روٹی کا ایک اور ٹکڑا لے کر اپنے ہاتھ میں ملتے چلے جاتے اور ساتھ ہی سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے جاتے کچھ دیر کے بعد اس میں سے کوئی ٹکڑا سالن لگا کر منہ میں ڈال لیتے اور روٹی کے باقی ٹکڑے دسترخوان پر پڑے رہتے دیکھنے والے بعض کہا کرتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام روٹی کے ٹکڑوں میں سے حلال اور حرام ذرّے الگ الگ کرتے ہیں اور چونکہ روٹی کے بہت سے ٹکڑے آپ کے دسترخوان پر جمع ہو جاتے تھے اس لئے جب آپ کھانے سے فارغ ہوجاتے تو لوگ تبرک کے طور پر ان ٹکڑوں کو آپس میں تقسیم کرلیا کرتے تھے''۔ (تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 19)

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے آپ بمشکل ایک پھلکا کھاتے تھے۔ یہ نہیں کہ بھوکے رہ کر ایسا کرتے تھے بلکہ آہستہ آہستہ رغبت سے استغناء پیدا ہوتے ہوتے یہ عادت ہوگئی تھی اور توجہ اور خیالات کی رو کے اس طرف سے ہٹ جانے سے آہستہ آہستہ کھانا کھانا بہت قلیل رہ گیا تھا''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31 جنوری 1930ء خطبات محمود جلد 12 صفحہ 275)

سادہ زندگی اختیار کرو

''روٹی تھوڑے سالن کے ساتھ بھی کھائی جاسکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک چمچہ چائے کا سالن لے لیتے تھے اور روٹی کھا لیتے تھے۔ پس تم یہ چیزیں کم استعمال کرو تو تمہاری تکلیف کم ہوجائے گی۔ لیکن اگر تم قحط میں بھی ان چیزوں کو کم نہیں کرتے تو تم یہ امید کیسے کرتے ہو کہ جو چیز نہیں موجود وہ مل جائے۔ ہم نے تحریک جدید کے اجراء کے ساتھ ساتھ کفایت کا سلسلہ اس لئے شروع کیا تھا کہ انسان پر قحط کا وقت بھی آتا ہے جب ایسا وقت آجائے تو وہ اشاعت اسلام میں سستی نہ کرے۔ وہ برابر چندے دے تا کام رکے نہیں۔ جب اسے سادگی کی عادت ہوگی تو لازماً خرچ بھی کم ہوگا اور جب خرچ کم ہوگا تو وہ قحط میں بھی چندے ادا کرسکے گا''۔

(الفضل 4/دسمبر 1956ء صفحہ 4)

سیر کرنے کی عادت

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام عصر کے وقت سیر کو تو چلے جاتے تھے مگر مسجد میں نہ آسکتے تھے۔ وجہ یہ کہ دل کی کمزوری کی وجہ سے دل کا دورہ ہوجاتا تھا۔ اس بیماری والا آدمی چل پھر تو سکتا ہے مگر مجمع میں بیٹھ نہیں سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ دل کی

کمزوری کثرت کار کی وجہ سے تھی۔ اب بظاہر دیکھنے والا کہے گا کہ بیماری کا محض بہانہ ہے لیکن اس قسم کی بیماری اسے ہو تو خود بیٹھ کر بھی نہیں بلکہ لیٹ کر نماز پڑھے گا''۔

(خطبہ فرمودہ 9رچ 1928ء انوار العلوم جلد 11 صفحہ 329)

محنت اور مشقت کی عادت

''باوجود کہ آپ دنیا سے متنفر تھے۔ مگر آپ سست ہرگز نہ تھے بلکہ نہایت محنت کش تھے اور خلوت کے دلدادہ ہونے کے باوجود مشقت سے نہ گھبراتے تھے اور بارہا ایسا ہوتا تھا کہ آپ کو جب کبھی کسی سفر پر جانا پڑتا تھا تو سواری کا گھوڑا نوکر کے ہاتھ آگے روانہ کر دیتے اور آپ پیادہ ہی سفر کرتے تھے اور سواری پر بہت ہی کم چڑھتے تھے اور یہ عادت پیادہ چلنے کی آپ کو آخر عمر تک تھی اور ستر سال سے متجاوز میں جبکہ بعض سخت بیماریاں آپ کو لاحق تھیں اکثر روزانہ ہوا خوری کے لئے جاتے تھے اور چار پانچ میل روزانہ پھر آتے اور بعض اوقات سات میل پیدل پھر لیتے تھے بعض اوقات صبح کی نماز سے پہلے کا حال آپ بیان فرمایا کرتے تھے کہ بعض اوقات صبح کی نماز سے پہلے اٹھ کر (نماز کا وقت سورج نکلنے سے سوا گھنٹہ پہلے ہوتا ہے) سیر کے لئے چل پڑتے تھے اور وڈالہ تک پہنچ کر (جو بٹالہ کی سڑک پر قادیان سے قریباً ساڑھے پانچ میل پر ایک گاؤں ہے) صبح کی نماز کا وقت ہوتا تھا''۔

(رسالہ ریویو اردو بابت ماہ نومبر 1916ء صفحہ 403)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیر معمولی محنت

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ باوجود بیماری کے آپ رات دن لگے رہتے تھے اور اشتہار پر اشتہار دیتے رہتے تھے۔ لوگ آپ کے کام کو دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔ ایک اشتہار دیتے تھے۔ اس کا اثر دور نہیں ہوتا تھا اور اس کی وجہ سے مخالفت میں جو جوش پیدا ہوتا تھا وہ بھی کم نہ ہوتا تھا کہ دوسرا اشتہار آپ شائع کر دیتے تھے۔ حتّٰی کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ ایسے موقع پر کوئی اشتہار دینا طبائع پر برا اثر ڈالے گا۔ مگر آپ اس کی پرواہ نہ کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ لوہا گرم ہی کوٹا جا سکتا ہے اور ذرا جوش ٹھنڈا ہونے لگتا تو فوراً دوسرا اشتہار شائع فرما دیتے تھے۔ اس کی وجہ سے پھر مخالفت کا شور بپا ہو جاتا۔ آپ نے رات دن اسی طرح کام کیا اور یہی ذریعہ کامیابی کا ہے۔ اگر ہم یہ ذریعہ اختیار کر لیں تو کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس بات کا خیال نہ کرنا چاہئے کہ مخالفت کم ہونے دی جائے''۔

(الفضل 9/ نومبر 1943ء صفحہ 2)

ایک بزرگ اور چور کی کہانی

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 5/ستمبر 1898ء کو بعد نماز عصر میری درخواست پر مجھے مندرجہ ذیل کہانی سنائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنا اور سچا تقویٰ انسان کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ خود اس کا کفیل ہو جاتا ہے اور ایسے طور اس کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے کہ کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی''۔

''آپ نے فرمایا کہ ایک بزرگ کہیں سفر میں جا رہے تھے اور ایک جنگل میں ان کا گزر ہوا۔ جہاں ایک چور رہتا تھا اور جو ہر آنے جانے والے مسافر کو لوٹ لیا کرتا تھا۔ اپنی عادت کے موافق اس بزرگ کو بھی لوٹنے لگا۔ بزرگ موصوف نے اسے فرمایا کہ **وفی السماء رزقکم وما توعدون**۔ تمہارا رزق آسمان پر موجود ہے تم خدا پر بھروسہ کرو اور تقویٰ اختیار کرو۔ چوری چھوڑ دو۔ خدا تعالیٰ خود تمہاری ضرورتوں کو پورا کر دے گا۔ چور کے دل پر اثر ہوا اور اس نے بزرگ موصوف کو چھوڑ دیا اور ان کی بات پر عمل کیا یہاں تک کہ سونے چاندی کے برتنوں میں اسے عمدہ عمدہ قسم کے کھانے ملنے لگے۔ وہ کھانے کھا کر برتنوں کو اپنی جھونپڑی کے باہر پھینک دیتا۔ اتفاقاً پھر وہی بزرگ کبھی ادھر سے گزرے۔ تو اس چور نے جو اب بڑا نیک بخت اور متقی ہو گیا تھا۔ اس بزرگ سے ساری کیفیت بیان کی اور کہا کہ مجھے کوئی اور آیت بتلاؤ۔ تو بزرگ موصوف نے فرمایا کہ **رب السماء والارض انہ الحق**۔ یہ پاک الفاظ سن کر اس پر ایسا اثر ہوا کہ خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کا خیال کر کے تڑپ اٹھا اور اسی میں جان دے دی۔ بچو! تم نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنے سے کیا کیا نعمتیں ملتی ہیں اور تقویٰ اختیار کرنے سے کیسی دولت نصیب ہوتی ہے۔ دیکھو وہ خدا تعالیٰ جو زمین اور آسمان کے رہنے والوں کی پرورش کرتا ہے کیا اس کے ہونے میں کوئی شک ہو سکتا ہے؟ وہ پاک اور سچا خدا ہی ہے جو ہم تم سب کو پالتا پوستا ہے۔ پس خدا ہی سے ڈرو۔ اسی پر بھروسہ کرو اور نیک بختی اختیار کرو۔''

(الحکم 13/ستمبر 1898ء صفحہ 11)

میزبان کا احسان

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک آدمی نے کسی شخص کی دعوت کی اور اپنی طاقت کے مطابق اس کی تواضع میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جب مہمان جانے لگا تو اس سے معذرت کرنے لگا کہ میری بیوی بیمار تھی کچھ اور بھی مجبوریاں بتلائیں اس لئے آپ کی پوری طرح خدمت نہیں کر سکا اُمید ہے آپ درگزر فرمائیں گے۔ یہ سن کر مہمان کہنے لگا میں جانتا ہوں تم کس غرض سے کہہ رہے ہو تمہارا

منشاء ہے کہ میں تمہاری تعریف کروں اور تمہارا احسان مانوں لیکن تم مجھ سے یہ اُمید نہ رکھو بلکہ تمہیں میرا احسان ماننا چاہئے۔ میزبان نے کہا میرا ہرگز یہ منشاء نہیں میں واقعی شرمسار ہوں کہ پوری طرح آپ کی خدمت نہیں کر سکا اگر آپ کا مجھ پر احسان ہے تو وہ بھی فرما دیجئے میں اس کا بھی شکریہ ادا کروں۔ اس پر مہمان نے کہا خواہ کچھ ہو میں تمہارے دل کی منشاء کو خوب جانتا ہوں لیکن یاد رکھو تم نے تو مجھے کھانا ہی کھلایا ہے۔ میرا تم پر بہت بڑا احسان ہے۔ تم ذرا اپنے کمرہ کو دیکھو کئی ہزار کا سامان اس میں پڑا ہے جب تم میرے لئے کھانا لینے اندر گئے تھے میں چاہتا تو دیا سلائی دکھا کر یہ سب کچھ جلا دیتا تم ہی بتلاؤ ایک پیسہ کا سامان باقی رہ جاتا مگر میں نے ایسا نہیں کیا کیا میرا احسان کم ہے۔ یہ سن کر میزبان نے کہا واقعی آپ نے بہت بڑا احسان کیا میں اس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دیکھو ایک تو انسان ایسا بھی ہوتا ہے کہ بجائے محسن کا احسان پہچانے اور اس کا شکریہ ادا کرے یہ سمجھتا ہے کہ میں احسان کر رہا ہوں''۔

(خطبہ فرمودہ 23 ستمبر 1932ء خطبات محمود جلد نمبر 13 صفحہ 592)

بندہ کو اللہ تعالیٰ سے دوستی اور محبت کرنی چاہئے

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک قصہ سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص کسی سفر پر جانے لگا تو اس نے اپنا کچھ روپیہ قاضی کے پاس بدامانت رکھوایا۔ عرصہ کے بعد واپس آکر اس نے جب روپیہ مانگا تو قاضی کی نیت بدل گئی اور اس نے کہا میاں عقل کی دوا کرو، کونسا روپیہ اور کیسی امانت۔ میرے پاس تم نے کب روپیہ رکھوایا تھا۔ اس نے کوئی تحریر وغیرہ تو لی نہیں تھی کیونکہ وہ سمجھتا تھا قاضی صاحب کی ذات ہی کافی ہے۔ مگر قاضی صاحب نے کہا کہ اگر کوئی روپیہ رکھ گئے تھے تو لاؤ ثبوت پیش کرو، کوئی رسید دکھاؤ کوئی گواہ لاؤ۔ اس نے بہت یاد دلایا مگر وہ یہی کہتا گیا کہ تمہارا دماغ پھر گیا ہے۔ میں نے کوئی روپیہ نہیں لیا۔ آخر اس نے بادشاہ کے پاس شکایت کی۔ بادشاہ نے کہا کہ عدالت کے طور پر تو میں تمہارے خلاف فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں کیونکہ کوئی تحریر نہیں، گواہ نہیں، ہاں ایک ترکیب بتاتا ہوں اگر تم سچے ہو تو اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ فلاں دن ہمارا جلوس نکلے گا اور قاضی بھی اپنی ڈیوڑھی کے آگے موجود رہے گا تم بھی کہیں اس کے پاس کھڑے ہو جانا۔ میں تمہارے پاس پہنچ کر تمہارے ساتھ بے تکلفی سے بات چیت شروع کروں گا کہ تم ہمیں ملنے کیوں نہیں آتے اتنے عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی اور تم کہنا کہ یونہی کچھ پریشانیاں سی تھیں اس لئے حاضر نہیں ہو سکا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور جلوس کے دن قاضی صاحب کے پاس ہی کھڑا ہو گیا۔ باشادہ آیا تو بادشاہ نے قاضی کی بجائے اس شخص سے مخاطب ہو کر بات شروع کر دی اور کہا تم کہاں چلے گئے تھے، عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی اس نے اپنے سفر کا حال بتایا۔ پھر بادشاہ نے پوچھا واپسی پر کیوں نہیں ملے۔ اس نے جواب دیا کہ یونہی بعض پریشانیاں تھیں، کچھ وصولیاں وغیرہ کرنی تھیں۔ بادشاہ نے اسے کہا نہیں تمہیں ضرور ملنا چاہئے، جلدی جلدی آیا کرو۔ جب بادشاہ کا جلوس گزر گیا تو قاضی صاحب نے اس سے کہا کہ میاں ذرا بات تو سنو۔ تم اس دن آئے تھے اور کسی امانت کا ذکر کرتے تھے۔ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں، عقل اچھی طرح کام نہیں کرتی، کچھ اتا پتا بتاؤ تو یاد آئے۔ اس نے پھر وہی باتیں یاد دلائیں جو پہلے کئی بار یاد دلا چکا تھا۔ اس پر قاضی صاحب کہنے لگے۔ اچھا فلاں قسم کی تھیلی تمہاری ہی ہے وہ تو پڑی ہے لے جاؤ، اور لا کر روپیہ اسے دے دیا۔ یہ قصہ سنا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی مخالفت سے کیا ڈرنا۔ کوئی بڑے سے بڑا جرنیل بھی تو تلواروں اور گولیوں وغیرہ سے ہی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ مگر یہ ساری چیزیں ہمارے خدا کی ہیں۔ اگر وہ کہے کہ اس طرف وار نہ کرو تو کون کر سکتا ہے۔ پس بندہ کو اللہ تعالیٰ سے دوستی کرنی چاہئے، اس سے محبت کرنی چاہئے، ڈر سے یا مرنے مارنے سے کام نہیں بنتا۔ ترقی کی یہی راہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ میں دے دے اور جس طرف وہ لے جانا چاہے، چلتا جائے''۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 277-276)

اسلام کہتا ہے علم کو اپنی ذات تک محدود نہ رکھو بلکہ پھیلاؤ

''اگر کسی شخص کو کوئی پیشہ یا ہنر آتا ہے تو اسے چاہئے کہ اس پیشہ یا ہنر کو اپنے پاس ہی نہ رکھے بلکہ کسی دوسرے کو بھی سکھا دے۔ پرانے زمانہ میں لوگوں کو یہ عادت تھی کہ وہ بعض ہنر مخفی رکھتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہنر اُن کے ساتھ ہی چلے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سُنایا کرتے تھے کہ ایک نائی تھا جسے زخموں کو اچھا کرنے کا ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا نسخہ معلوم تھا دُور دُور سے لوگ اس کے پاس علاج کے لئے آتے اور فائدہ اٹھاتے۔ مگر وہ اتنا بخیل تھا کہ اپنے بیٹے کو بھی مرہم کا نسخہ نہ بتاتا اور کہتا کہ یہ اتنا بڑا ہنر ہے کہ اس کے جاننے والے دو آدمی ایک وقت میں نہیں ہو سکتے۔ بیٹے نے بہتیری منتیں کیں اور کہا کہ مجھے یہ نسخہ آپ بتا دیں مگر وہ یہی جواب دیتا کہ مرتے وقت تمہیں بتاؤں گا اس سے پہلے نہیں بتا سکتا۔ بیٹا کہتا کہ موت کا کوئی پتہ نہیں وہ کس وقت آ جائے۔ آپ مجھے ابھی یہ نسخہ بتا دیں مگر باپ آمادہ نہ ہوا۔ آخر ایک دفعہ وہ بیمار ہوا اور سخت نازک حالت ہو گئی۔ بیٹا کہنے لگا باپ مجھے اب تو نسخہ بتا دیں مگر وہ جواب دیتا کہ میں مرتا نہیں اچھا ہو جاؤں گا۔ پھر اور حالت خراب ہوئی۔ تو بیٹے نے پھر منتیں کیں مگر اُس نے پھر یہی جواب دیا کہ کیا تو سمجھتا ہے میں مرنے لگا ہوں میں تو ابھی نہیں مرتا۔ غرض اسی طرح وہ جواب دیتا رہا یہاں تک کہ مر گیا اور اُس کا بیٹا جاہل کا جاہل ہی رہا۔ یہ چیز ایسی ہے جسے اسلام جائز قرار نہیں دیتا۔ اسلام کہتا ہے کہ تم علم کو صرف اپنی ذات تک محدود نہ رکھو بلکہ اسے پھیلاؤ۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض علم اور بعض پیشے ایسے

ہیں جن میں ایک حد تک اور ایک وقت تک اخفاء جائز ہوتا ہے مگر ہمیشہ کے لئے اخفاء جائز نہیں ہوتا''۔ (تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 343)

حضرت منشی اروڑے خان صاحب کا بیان فرمودہ ایک واقعہ

''منشی اروڑے خان صاحب مرحومؓ اپنا قصہ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے وعدہ کیا کہ آپ کبھی ان کے پاس کپورتھلہ تشریف لائیں گے۔ ان دنوں کپورتھلہ تک ریل نہ ہوتی تھی۔ اس لئے پھگواڑہ سے اتر کر یکوں پر کپورتھلہ جانا پڑتا تھا۔ آپ کسی کام کے لئے لدھیانہ تشریف لے گئے۔ تو آپ کو خیال آیا کہ اپنے وعدہ کو پورا کرنا چاہئے۔ چنانچہ آپؑ بغیر اطلاع دیئے کپورتھلہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ منشی اروڑے خان صاحب مرحوم ایک دوکان پر بیٹھے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ کہ سلسلہ کا ایک شدید ترین دشمن جو ہمیشہ ان کے ساتھ ہنسی اور تمسخر کیا کرتا تھا۔ ان کے پاس پہنچا اور کہا۔ تمہارے مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اڈہ پر آئے ہیں۔ منشی اروڑے خان صاحب مرحوم کہتے تھے۔ جب میں نے اس کی یہ بات سنی۔ تو مجھے اس کی پرانی ہنسی اور تمسخر کی وجہ سے یہ خیال گذرا کہ یہ میرے ساتھ مذاق کر رہا ہے۔ اور اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے تو مجھے اپنی تشریف آوری کی اطلاع نہ دیتے۔ چنانچہ میں نے اس کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اور کہا تم اتنے نالائق آدمی ہو کہ اس قسم کے معاملات میں بھی ہنسی اور مذاق سے باز نہیں آتے جو ہماری محبت اور جذبات سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی مجھے یہ خیال آیا کہ اگر اس نے سچی بات کہی ہو تو مجھے اس کے ساتھ جھگڑنے میں دیر ہو جائے گی۔ چنانچہ میں ننگے سر اور ننگے پاؤں وہاں اڈے کی طرف بھاگا۔ مگر تھوڑی دور جا کر مجھے پھر خیال آیا۔ کہ اس نے مذاق ہی نہ کیا ہو۔ چنانچہ میں پھر ٹھہر گیا اور پھر اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ تم ہمیشہ میرے ساتھ مذاق کرنے کے عادی ہو۔ اس نے کہا کہ سچ کہتا ہوں آپ کے مرزا صاحب اڈہ پر پہنچ چکے ہیں۔ میں نے کہا ہماری قسمت کہاں کہ آپ یہاں تشریف لائیں۔ تم میرے ساتھ مذاق کر رہے ہو۔ وہ کہنے لگا تم مجھے برا بھلا ہی نہ کہتے رہو۔ مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تو وہاں سے چل بھی پڑے ہونگے۔ جلدی جاؤ اور ان سے ملو۔ یہ سن کر میں پھر اڈے کی طرف دوڑا۔ مگر چند ہی قدم چل کر پھر مجھے خیال آیا کہ اس نے میرے ساتھ مذاق کیا ہے اس لئے میں نے پھر اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اس نے کہا تم مانو یا نہ مانو مگر میں سچ کہہ رہا ہوں۔ کہ میں نے اپنی آنکھوں سے مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اڈے پر دیکھا ہے۔ اس پر میں پھر اڈے کی طرف بھاگا۔ مگر میں راستہ میں تھا کہ میں نے دیکھا سامنے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لا رہے ہیں اور میں خدا کا شکر بجا لایا۔ اب دیکھو جس چیز کے ساتھ کسی کو محبت ہوتی ہے۔ وہ اس کے حاصل کرنے میں دیر نہیں کیا کرتا۔ منشی اروڑے خان صاحب مرحوم کو یہ یقین نہ تھا کہ آپ تشریف لائے ہیں لیکن وہ محبت کی وجہ سے ادھر اس اطلاع دینے والے کو برا کہتے تھے۔ اور ادھر اڈے کی طرف بھاگتے تھے گویا ان پر ایک اضطراب کی کیفیت طاری تھی''۔

(الفضل 31/ جولائی 1947ء صفحہ2، 3)

طب کے تمام اصول قرآن مجید میں بیان ہیں

''مجھے یاد ہے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ طب کے تمام اصول قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں اور دنیا کی تمام امراض کا علاج قرآن مجید میں موجود ہے۔ ہوسکتا ہے مجھے اس طرح قرآن مجید پر غور کرنے کا موقع ہی نہ ملا ہو اور ممکن ہے میرا عرفان ابھی تک اس حد تک نہ پہنچا ہو مگر بہرحال اپنا عرفان اور اپنے بڑوں کا تجربہ ملا کر میں کہہ سکتا ہوں کہ قرآن مجید سے باہر ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جولائی 1932ء خطبات محمود جلد نمبر 13صفحہ 503)

آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے

''جن دنوں کلارک کا مقدمہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اوروں کو دعا کیلئے کہا تو مجھے بھی کہا کہ دعا اور استخارہ کرو۔ میں نے اس وقت رؤیا میں دیکھا کہ ہمارے گھر کے اردگرد پہرے لگے ہوئے ہیں۔ میں اندر گیا جہاں سیڑھیاں ہیں وہاں ایک تہہ خانہ ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحبؑ کو وہاں کھڑا کر کے آگے اُپلے چن دیئے گئے ہیں اور ان پر مٹی کا تیل ڈال کر کوشش کی جارہی ہے کہ آگ لگا دیں۔ مگر جب دیا سلائی سے آگ لگاتے ہیں تو آگ نہیں لگتی۔ وہ بار بار آگ لگانے کی کوشش کرتے ہیں مگر کامیاب نہیں ہوتے۔ میں اس سے بہت گھبرایا لیکن جب میں نے اس دروازے کی چوکھٹ کی طرف دیکھا تو وہاں لکھا تھا کہ:-

''جو خدا کے بندے ہوتے ہیں ان کو کوئی آگ جلا نہیں سکتی''

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 154-153)

صداقت کے نشانات کے لئے حقیقۃ الوحی دیکھو

''مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مولوی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ میں آپ کا کوئی نشان دیکھنے آیا ہوں۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا۔ میاں تم میری کتاب حقیقۃ الوحی دیکھ لو۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے میری تائید میں کس قدر نشانات دکھائے ہیں۔ تم نے ان سے کیا فائدہ اٹھایا ہے کہ اور نشان دیکھنے آئے ہو۔ پس

اگر اس شخص نے دو منٹ یا پانچ منٹ میں پوری ہونے والی دو چار پیشگوئیاں پیش کی ہوتیں۔ تو ہم دو سال کیا اس کی دوسو سال والی پیشگوئی بھی مان لیتے اور کہتے کہ جب ہم نے دو تین یا پانچ منٹ میں پوری ہونے والی پیشگوئیاں دیکھی ہیں۔ تو یہ لمبے عرصے والی پیشگوئیاں بھی ضرور پوری ہوں گی۔ لیکن اگر کوئی شخص اس قسم کی پیشگوئیاں دکھائے بغیر لمبے عرصے والی پیشگوئی کرے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے''۔

(الفضل 4/اگست 1956ء صفحہ 4)

مسجد اقصیٰ کی ترقی کی پیشگوئی

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ خدا کے گھر ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں۔ جب قادیان میں مسجد اقصیٰ کے پاس ایک اونچا مکان ہندوؤں کا بننے لگا تو بعض دوستوں کو بہت بُرا محسوس ہؤا اور انہوں نے کہا ایسا مکان مسجد کے ساتھ نہیں بننا چاہئے جو اس کی ترقی میں روک ہو۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا مسجد خدا کے فضل سے ترقی کرے گی اور بڑھ جائے گی اس لئے یہ مکان بھی مسجد کے ساتھ شامل ہو جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ سننے والے موجود ہیں۔ اس مکان کا ایک حصہ خرید لیا گیا تھا اور باقی حصہ بھی اسی ماہ میں خرید لیا گیا ہے۔ اب یہ مکان یا تو مسجد کے ساتھ شامل کر لیا جائے گا یا سلسلہ کے اور کاموں کے لئے استعمال ہوگا''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 اپریل 1931ء خطبات جمعہ جلد نمبر 13 صفحہ 147)

1907ء کے جلسہ سالانہ کا حال

''ان سات سو آدمیوں کا یہ حال تھا کہ جب آپؑ سیر کے لئے نکلے تو سات سو آدمی ساتھ تھا۔ ہجوم بہت تھا۔ آنے والے بے چاروں نے کبھی یہ نظارہ تو دیکھا نہ تھا۔ باہر تو دوسو آدمی بھی لوگوں کو کسی روحانی بزرگ کے گرد جاتا ہوا نظر نہ آتا تھا۔ میلوں میں بے شک جاتے ہیں لیکن روحانی نظاروں میں نہیں جاتے۔ اس لئے ان کے لئے عجیب چیز تھی۔ لوگ دھکے کھا رہے تھے حضرت صاحب ایک قدم چلتے تھے تو ٹھوکر کھا کر آپؑ کے پیر سے جوتی نکل جاتی تھی۔ پھر کوئی احمدی ٹھہرا لیتا کہ حضور جوتی پہن لیجئے اور آپؑ کے پیر میں جوتی ڈال دیتا۔ پھر آپؑ چلتے تو پھر کسی کا ٹھڈا لگتا اور جوتی پرے جا پڑتی پھر وہ کہتا کہ حضور ٹھہر جایئے جوتی پہنا دوں۔ اسی طرح ہو رہا تھا تو ایک زمیندار دوست نے دوسرے زمیندار دوست سے پوچھا ''اوتوں مسیح موعود دا دست پنجہ لے لیا ہے''۔ یعنی کیا تو نے حضرت مسیح موعودؑ سے مصافحہ کر لیا ہے۔ وہ کہنے لگا ''ایتھے دست پنجہ لین دا کیہڑا ویلا ہے۔ نیڑے کوئی نہیں ہون دیندا''۔ یعنی یہ مصافحہ کرنے کا کون سا موقع ہے یہاں تو کوئی قریب بھی نہیں آنے دیتا۔ اس پر وہ جو عاشق زمیندار تھا۔ وہ اس کو دیکھ کر کہنے لگا۔ تجھے یہ موقع پھر کب نصیب ہوگا۔ بے شک تیرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ پھر بھی لوگوں کے درمیان میں سے گزر جا اور مصافحہ کر آ تو کجا وہ وقت ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور کجا یہ وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں''۔

(الفضل 17/مارچ 1957ء صفحہ 4)

قادیان سے محبت

''قادیان بھی ایک ایسی ہی جگہ ہے۔ یہاں خدا تعالیٰ کا ایک برگزیدہ مبعوث ہؤا اور اس نے یہاں ہی اپنی ساری عمر گزاری اور اس جگہ سے وہ بہت محبت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس موقعہ پر جبکہ حضرت مسیح موعودؑ لاہور گئے ہیں اور آپ کا وصال ہو گیا ہے ایک دن مجھے آپ نے ایک مکان میں بلا کر فرمایا محمود دیکھو یہ دھوپ کیسی زردسی معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ مجھے ویسی ہی معلوم ہوتی تھی جیسی کہ ہر روز دیکھتا تھا۔ میں نے کہا نہیں اسی طرح کی ہے جس طرح ہر روز ہؤا کرتی ہے آپ نے فرمایا نہیں یہاں کی دھوپ کچھ زرد اور مدھم سی ہے قادیان کی دھوپ بہت صاف اور عمدہ ہوتی ہے۔ چونکہ آپ نے قادیان میں ہی دفن ہونا تھا اس لئے آپ نے یہ ایک ایسی بات فرمائی جس سے قادیان سے آپ کی محبت اور الفت کا پتہ لگتا ہے''۔

(انوار خلافت۔ انوار العلوم جلد نمبر 3 صفحہ 175)

جوتیوں میں بیٹھ بیٹھ کر خلافت مل گئی

''پشاور سے ایک صاحب قادیان تشریف لائے۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کو ایک قصہ سناتا ہوں۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابی ہوں میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملنے کے لئے آیا۔ آپؑ مسجد مبارک میں بیٹھے تھے اور دروازہ کے پاس جوتیاں پڑی تھیں۔ ایک آدمی سیدھے سادھے کپڑوں والا آ گیا اور آ کر جوتیوں میں بیٹھ گیا۔ میں نے سمجھا کہ یہ کوئی جوتی چور ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی جوتیوں کی نگرانی شروع کر دی کہ کہیں وہ لے کر بھاگ نہ جائے۔ کہنے لگے اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو گئے اور میں نے سنا کہ آپ کی جگہ کوئی اور شخص خلیفہ بن گیا ہے اس پر میں بیعت کرنے کے لئے آیا۔ جب میں نے بیعت کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ وہی شخص تھا جس کو میں نے اپنی بیوقوفی سے جوتی چور سمجھا تھا۔ یعنی حضرت خلیفہ اولؓ اور میں اپنے دل میں سخت شرمندہ ہوا۔ آپ کی عادت تھی کہ آپ جوتیوں میں آ کر بیٹھ جاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آواز دیتے تو آپ ذرا آگے آ جاتے۔ پھر جب کہتے کہ مولوی نورالدین صاحب نہیں آئے۔ تو پھر کچھ اور آگے آ جاتے۔ اس طرح بار بار کہنے کے بعد کہیں وہ آگے آتے تھے''۔

(الفضل 27/مارچ 1957ء صفحہ 5,4)

مہدی مرے رسُولِ خدا کا سلام لو

حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تم مہدی کا زمانہ پاؤ تو اسے میرا سلام کہنا [الحدیث]

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد پاکستان

arshimalik50@hotmail.com

پیارے امامؑ شوقِ لقا کا سلام لو
مہدی مرے ، رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو

ہم سے گناہ گاروں کو بھی اذنِ عام ہے
مہدی کی بارگاہ میں حکمِ سلام ہے

ہم نادموں کے اشک بہا کا سلام لو
مہدی مرے رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو

ہم آ گئے ہیں دشت و جبل روندتے ہوئے
ہر مصلحت بہ بانگِ دُہل روندتے ہوئے

ہم اہلِ صدق ، اہلِ صفا کا سلام لو
مہدی مرے ، رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو

حسرت لئے ہوئے کئی نسلیں گزر گئیں
افسوس تیری دید کی چاہت میں مرگئیں

ہم چیز کیا ہیں ارض و سما کا سلام لو
مہدی مرے ، رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو

ہم خوش نصیب ہیں یہ زمانہ ہمیں ملا
قدموں کو تیرے چُھو کے خزانہ ہمیں ملا

ہم عاجزوں کے شوقِ ثنا کا سلام لو
مہدی مرے ، رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو

پیاسوں نے تیری دید کے دیکھا ترا نزول
ہم دوڑ دوڑ آئے کہ کر لو ہمیں قبول

ہم کُشتگانِ راہِ وفا کا سلام لو
مہدی مرے ، رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو

آوازِ حق سے دشت و جبل گونجنے لگے
کچے مکان شاہی محل گونجنے لگے

اس دل نشین بانگِ درا کا سلام لو
مہدی مرے ، رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو

چھٹنے لگی دلوں پہ جمی غفلتوں کی دُھول
کُھل کُھل گئے وہ لوگ جو صدیوں سے تھے ملول

میرے مسیحؑ ، طلسمِ رجا کا سلام لو
مہدی مرے ، رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو

خوش آمدید کہنے کو دنیا سمٹ گئی
گورے کی پیلے ، کالے کی تفریق مٹ گئی

دینِ محمدیؐ کی ردا کا سلام لو
مہدی مرے ، رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو

تم نے خزانے آ کے لٹائے کئی ہزار
اتنے نشاں دکھائے کہ جن کا نہیں شمار

قادر خدا کی جود و عطا کا سلام لو
مہدی مرے ، رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو

اک پھونک سے مرے ہیں عدو ، یار جی اٹھے
جو منتظر تھے موت کے بیمار جی اٹھے

عیسٰی نفس تمہیں ہو شفا کا سلام لو
مہدی مرے، رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو
آئے تھے جو شکار کو خود ہو گئے شکار
ہاتھوں کو چُوم چُوم کے روتے تھے زارزار
اس دل گداز کرب و بلا کا سلام لو
مہدی مرے، رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو
دنیا بس اک نگاہ سے زیر و زبر ہوئی
ہر گوشۂ زمیں کو دنوں میں خبر ہوئی
انسانیت کے شوقِ بقا کا سلام لو
مہدی مرے، رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو
جاء المسیح کی آئی صدا آسمان سے
چُھو کر زمیں کو گونج اٹھی ہر مکان سے
اس کوہِ طور، کوہِ ندا کا سلام لو
مہدی مرے، رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو
جو ڈھونڈتے ہیں آپ کے کپڑوں سے برکتیں
ان پر سوا برستی ہیں مولا کی رحمتیں
نایاب و با نصیب قبا کا سلام لو
مہدی مرے، رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو
قربت ہم عورتیں تھیں سو اتنی نہ پا سکیں
ہم بے دھڑک نہ آپ کی مجلس میں آسکیں
با پردگی کا چشمِ حیا کا سلام لو
مہدی مرے، رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو
عرشی یہ نظم میرے مسیحا کے نام ہے
با چشمِ نم ہوں میں مجھے شوقِ سلام ہے
اپنی گلی کے ایک گدا کا سلام لو
مہدی مرے، رسولِ خدا ﷺ کا سلام لو

زندگی

عارفہ حلیم

میں نے بہت سوچا ہے
زیست کہتے ہیں کسے عمرِ گریزاں کیا ہے
سلسلۂ گردشِ دوراں کیا ہے
یہ چمن دارِ گل ولالہ وریحاں کیا ہیں
رنگ کیا چیز ہے خوشبو کیا ہے
آتی جاتی ہوئی سانسوں کا یہ جادُو کیا ہے
یہ بنی نوعِ بشر کیا ہے
یہ انساں کیا ہے
کیا یہ ہے صرف عناصر کا ظہورِ ترتیب
یا فقط جوہرِ خاکی کی نمُو
بارہا سوچتی ہوں سوچ کر رہ جاتی ہوں
یہ نمُو جوہرِ خاکی نے ہے پائی کیسے
یہ عناصر میں ظہورِ ترتیب
کسی کی صناعی کا ہے نقشِ جمیل
کس مصور کا ہے شہکارِ جمیل
اور پھر زیست کے مفہوم پہ جاتی ہے نظر
آخر اس کارگہِ زیست کا منشاء کیا ہے
ذہن کہتا ہے کہ اک جُہدِ مسلسل ہے حیات
اک سفر۔ ایک سفر۔ ایک لگاتار سفر
بیج اُگتا ہے شجر بنتا ہے
پھول بنتا ہے ثمر بنتا ہے
چاند تارے ہیں سفر میں پیہم
چشمہ و بحر کے دھارے ہیں سفر میں پیہم
سب نظارے ہیں سفر میں پیہم
زندگی ایک سفر ایک تگ وتازِ دوام
اِک تب وتابِ دوام
ایک حرکت کہ جو رُک جائے تو ہے مرگِ دوام
زندگی جُہدِ مسلسل کے سوا کچھ بھی نہیں

جماعتِ احمدیہ کے نام کا تاریخی، معنوی اور رُوحانی پس منظر

لطف الرحمٰن محمود

امتِ محمدیہ ؐمیں مسیح ومہدی کے ظہور کی پیشگوئی

حضرت نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر، امت کے مستقبل کے حوالے سے کئی پیشگوئیاں فرمائیں۔ ان میں سے ایک کا تعلق امام مہدی اور مسیح محمدیؑ کے ظہور سے ہے چونکہ ابن ماجہ کی ایک حدیث لاالمهدی الّا عیسیٰ کے مطابق یہ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں، لہٰذا یہ ایک ہی شخص کی بعثت کی پیشگوئی ہے۔ اگر اس حوالے سے تمام احادیث اور روایات کو یکجا کر کے ان کا ناقدانہ تجزیہ کیا جائے تو اس امام آخر الزمانؑ کے دامن سے وابستہ ہونے والی جماعت یا گروہ کی ہیئت، کیفیت، خدّ وخال اور امتیازی خصوصیات وعلامات واضح ہو جاتی ہیں۔ مثلاً صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے والی جماعت جس میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی برکات جلوہ گر ہوں گی۔ دین کے احیاء، قیامِ شریعت اور کسرِ صلیب کے علاوہ خنزیر صفت مذہبی بہائم اس کے ہاتھوں سے مارے جائیں گے۔ اس وقت امت محمدیہ ؐمیں بہت سے جھگڑے اور فروعی اختلافات ہوں گے وہ آسمانی عدل وحکم کے طور پر ان سب کا فیصلہ کرے گا۔ امام مہدی خزانے تقسیم کریں گے۔ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔ مزید لینے سے انکار کر دیں گے۔ یہ جماعت قرآنی آیت وَاٰخرین منهم لمّا یلحقوا بهم (سورة الجمعه آیت4) کی مصداق ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کے مطابق حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ رجل فارس ایمان کو ثریا سے لے آئے گا (صحیح بخاری مع ترجمه علامه وحیدالزمان۔ مندرجه بالا آیت کی تفسیر حدیث نمبر2002)۔ ''ظہور مہدی کی صدی'' کے حوالے سے یہ عاجز کسی حد تک النور میں ان علامات کا ذکر کر چکا ہے، یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر حضور علیہ السلام نے یکم دسمبر 1888 میں ایک اشتہار جاری فرمایا جس کے آخر میں احباب کو بیعت کرنے کی دعوت دی۔ (مجموعهء اشتهارات جلد اوّل صفحه 188) اس تلقین بیعت کے آخر میں ایک ایمان افروز الہام درج ہے جو دراصل تین قرآنی آیات کے الفاظ پر مشتمل ہے۔ یہ الہامی عبارت قرآنی آیات کے حوالے سے پیش خدمت ہے۔ اذا عزمت فتوکل علی الله (سورة آل عمران آیت 160) واصنع الفلک باعیننا ووحینا (سورة هود آیت 38) الذین یُبایعونک انما یبایعون الله ید الله فوق ایدیهم (سورة الفتح آیت 11) سورۃ ہود میں مذکور الفاظ میں طوفانِ نوحؑ سے بچاؤ کیلئے حضرت نوحؑ کو کشتی بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضورؑ کی جماعت بھی اس زمانے کے طوفانِ ضلالت میں روحانی ''کشتی نوح'' کا مقام رکھتی ہے۔ سورۃ الفتح کی آیت میں 6 ہجری میں حدیبیہ کے مقام پر 1400 صحابہ کرام کی بیعت کا ذکر ہے جو تاریخ اسلام میں ''بیعتِ رضوان'' کے نام سے مشہور ہے۔ ان مبارک قرآنی الفاظ میں الٰہی جماعت کے بابرکت آغاز اور عہد بیعت کی عظمت پر روشنی پڑتی ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست!

4 دسمبر 1888 کے اشتہار میں ''شرائط بیعت'' کا ذکر نہیں۔ حضورؑ نے 12 جنوری 1889ء کو ایک اشتہار ''تکمیل تبلیغ'' کے عنوان سے رقم فرمایا۔ اس میں دس شرائط بیعت کو قلمبند فرمایا۔

(مجموعهء اشتهارات جلد اوّل صفحه 189 تا 192)

حسب ہدایات، مخلصین، بیعت کیلئے لدھیانہ حاضر ہوگئے۔ پہلے دن یعنی 23 مارچ 1889ء کو چالیس حضرات نے بیعت کی۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب بھیرویؓ کو ''اوّل المبائعین'' ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس دن حضورؑ نے ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ بیعت لی اور سب کیلئے الگ الگ لمبی دُعا کی۔ ان اصحاب کے اسمائے گرامی ایک رجسٹر میں درج کئے گئے۔ اس رجسٹر کا نام ''بیعتِ توبہ برائے حصول تقویٰ و طہارت'' تجویز کیا گیا (تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحه 339، جدید ایڈیشن)

حضورؑ 18 اپریل 1889ء تک لدھیانہ میں مقیم رہے اور بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔ اس تاریخ ساز واقعہ کو 122 سال بیت چکے ہیں۔ تاریخی رجسٹر اب بھی خلافت لائبریری میں محفوظ ہے۔ مرورِ زمانہ سے صرف پہلا صفحہ جس پر 8 نام درج تھے ضائع ہو گیا۔ یاد رہے 1889ء چودھویں صدی ہجری کا چھٹا سال تھا۔

اُمّت کے صلحاء، اولیاء اور نیک لوگ اس ساعتِ سَعد کے منتظر تھے اور اس کے ظہور کیلئے

مسجدوں میں رو رو کر دعائیں کی جاتی تھیں۔علماء نے اپنی تالیفات اور تقاریر میں اس کے ظہور کے اندازے بھی پیش کیئے اور اپنے اپنے ذوق کے مطابق امیدوں کی قندیلیں روشن کیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس متوقع جماعت کو''گروہ'' کے نام سے یاد فرمایا اور بیعت کی تقریب سے 19 روز قبل ایک اشتہار تحریر فرمایا۔یقین اور ایمان سے بھرپور ایسا اعلان صرف ''اللہ والے'' ہی کر سکتے ہیں!

''(اللہ تعالیٰ) اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزار ہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا اور وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا۔اور اس کو نشو ونما دے گا۔یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دُنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کیلئے بطور نمونہ ٹھہریں گے۔''

(مجموعہء اشتہارات جلد اوّل صفحہ198اشتہار 4مارچ 1889ء بعنوان ''گزارشِ ضروری'')

جماعت کا نام تجویز کرنے تک درمیانی عرصہ کی صورتِ حال

23مارچ 1889ء کو قبولیت بیعت کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، مسیح محمدیؑ کے ماننے والوں کی جماعت معرضِ وجود میں آ گئی اور اس کی ترقی کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا جو اب تک جاری ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔حضورؑ نے اُس وقت اس نئی جمعیت کو کوئی خاص نام عطا نہیں کیا۔فقط ایک ''گروہ'' کہہ کر یاد فرمایا۔اس کے بعد بھی تقریباً دس سال تک کوئی خاص نام تجویز نہیں فرمایا۔مخالفین و معاندین،تعصّب، نفرت،بُغض،غیض و غضب اور حسرت و یاس کے اظہار کیلئے،مخالفینِ انبیاء کے نقش قدم پر چل کر اس جماعت کے افراد کیلئے نام تجویز کرتے رہے۔مرزائی۔میرزائی۔قادیانی وغیرہ زیادہ مشہور ہوئے۔''احمدی'' نام ابھی سامنے نہیں آیا تھا۔لہٰذا کسی نے ''غلام احمدی'' کہلوانے کی تجویز بھی پیش نہ کی۔مفتیانہ ذوق کی تسکین کیلئے مکفرین نے حضورؑ اور مبائعین کو کافر،دجّال،ملحد،ضال،مُضل،نہ جانے کیا کیا کہا گیا۔حضورؑ نے ایک شعر میں ان خطابات و القاب کا ذکر فرمایا ہے ؎

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

اس درمیانی عرصے میں،جماعتِ مبائعین اور مخالفین و منکرین کے رویّوں کا ذکر کرنے کی ضرورت ہے۔احباب جماعت حسب سابق،انہی مسجدوں میں نمازیں ادا کرنے کیلئے جاتے رہے جہاں عہد بیعت سے پہلے جاتے تھے۔دوسروں کو تبلیغ کرتے اور ظہورِ مہدی کی خوشخبری سناتے،الغرض میل ملاپ اور رشتہ داریوں کا سلسلہ ہمارے بزرگوں کی طرف سے یکدم منقطع نہیں ہوا۔تکفیر،قطع رحمی،اور ایصالِ خیر کی راہیں مسدود کرنے کی پہل مسلمان بھائیوں کی طرف سے ہوئی اور علمائے سُو نے اسے انتہاء تک پہنچا دیا۔مولوی محمد حسین بٹالوی نے سارے ہندوستان میں تکفیر کی آگ بھڑکا دی۔اپنے استاذ شیخ نذیر حسین دہلوی سے ابتدا کی۔بعد ازاں،دُور دراز مقامات کے علماء تک پہنچ کر اُن سے فتوے حاصل کیئے۔اس طرح ان بانیانِ تکفیر نے آسمان سے فرعون اور ہامان کا خطاب حاصل کیا!

افراد جماعت،صبر،استقلال،ضبطِ نفس،انکسار،فروتنی،صلح اور خندہ پیشانی کا مظاہرہ کرتے رہے لیکن مخالفین کے جبر و تشدّد کے رویّے میں شدّت آتی گئی اور اپنے ظالمانہ،غیر مومنانہ اندازِ فکر و عمل پر نادم ہونے کی بجائے شیطانی افعال پر فخر و مباہات کا اظہار کیا گیا۔تاریخ احمدیت میں ان ''اہل ایمان'' کی ایسی تعلّیوں اور کامیابیوں کا ذکر بطور مثال محفوظ کیا گیا ہے۔اگرچہ ان حالات کی نقشہ کشی متحدہ ہندوستان کے دو بڑے شہروں،امرتسر اور راولپنڈی کے حوالے سے کی گئی ہے،یہی حالت کم و بیش ہر شہر اور قصبے کی تھی۔امرتسر کی تصویر ملاحظہ فرمایئے:

''طائفہ مرزائیہ امرتسر میں بہت ذلیل و خوار ہوئے۔جمعہ اور جماعات سے نکالے گئے اور جس مسجد میں جمع ہو کر نماز پڑھتے تھے اُس میں سے بےعزتی کے ساتھ بدر کیئے گئے۔معاملہ اور برتاؤ مسلمانوں سے بند ہو گیا۔عورتیں منکوحہ و مخطوبہ بوجہ مرزائیت کے چھینی گئیں۔مُردے اُن کے بے تجہیز و تکفین اور بے جنازہ گڑھوں میں دبائے گئے۔''

(تاریخِ احمدیت جلد دوم صفحہ155)

اب راولپنڈی کا نقشہ ملاحظہ کیجئے:

''تمام لوگوں کے نزدیک مخذول اور مطرود ہوئے۔ مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا کا مصداق بن گئے۔معاملہ برتاؤ تم سے روکا گیا۔عورتیں چھینی گئیں۔مُردے خراب و بے جنازہ پھینکے گئے۔مال آبرو کا نقصان،روپوں کی آمدنی میں خلل آ گیا۔۔۔مُردے کے کپڑے یہاں راولپنڈی سے قادیان بھیجے گئے۔۔۔نہ مسجدوں میں جا سکو نہ مجلسوں میں''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 155)

احباب جماعت نے مل کر پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی کی بھی کوشش کی مگر مخالفوں نے مزاحمت کی۔یہاں تک کہا گیا کہ مرزا صاحب کے مریدوں کا مساجد میں داخل ہونا خنازیر یعنی سؤروں کے مساجد میں داخل ہونے کے مترادف ہے۔بعض نے اپنی

مساجد سے وہ اینٹیں اکھڑوادیں تا مسیح ومہدی کے ماننے والوں کی ناپاکی اورنحوست ان کی سجدہ گاہوں تک رسائی نہ کر جائے۔ ان عبادت کرنے والوں کا تو کچھ نہیں بگڑا یہ ظالم لوگ خود خدا کی نگاہ میں ''اظلم'' ٹھہرائے گئے! علمائے سُو کے زیر اثر مخالفت کی شدّت کا ایک مثبت پہلو سامنے آیا۔ اس قسم کے ''سوشل بائیکاٹ'' اور غیر انسانی حرکات کا یہ نتیجہ نکلا کہ حضورؑ کے پیروکار ایک دوسرے کے قریب ہوتے گئے۔ اس گروہ کے افراد ایک دوسرے سے منسلک ہوتے چلے گئے اور یکجان ہوکر' خود بخود ایک نئی روحانی جماعت کی ایک صورت ہویدا ہوتی چلی گئی۔

یہاں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ 1900ء میں جماعت کا نام تجویز کرنے کی نوبت آئی۔ اس وقت حضورؑ اشتہارات اور تحریرات وغیرہ میں ان مخلصین کو خاص پیار اور تلطُّف سے مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ اشتہارات وتالیفات کے مطالعہ سے اس قسم کے الفاظ سامنے آتے ہیں:

''تمام مخلصین وداخلین سلسلہ بیعت'' (مجموعہء اشتہارات جلد اوّل صفحہ302)، ''دوست جو سلسلہء مبائعین میں داخل ہیں'' (ایضًا جلد اوّل صفحہ 314) ''میرے مخلص احباب'' (ایضًا جلد اوّل صفحہ 324)، ''جمیع احباب مخلصین'' (ایضًا جلد اوّل صفحہ340)، ''اے جماعت مخلصین'' (ایضًا جلد اوّل صفحہ 367)، ''اے مردمانِ دین'' (ایضًا جلد اوّل صفحہ 368)، ''پرجوش مردمانِ دین'' (ایضًا جلد اوّل صفحہ 388)، ''میری جماعت کے احباب'' (مجموعہء اشتہارات جلد دوم صفحہ 425)۔ حضورؑ نے ایک جگہ احباب جماعت کیلئے ''مریدوں'' کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے۔ (ایضًا جلد دوم صفحہ 456)۔ 1900ء سے پہلے پہلے مجموعہء اشتہارات کی جلد سوم میں ''اپنی جماعت'' (صفحہ 38) اور ''ایک طرف تو میں اور میری جماعت'' (صفحہ74) کے الفاظ بھی مل جاتے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ مشیّت الٰہی حضورؑ کو جماعت کا نام تجویز کرنے کیلئے تیار کر رہی ہے۔

مبائعین جماعت تو حضورؑ کے روحانی وجود کی سرسبز شاخوں کی مانند ہیں اور آقا کو بہت پیارے ہیں۔ (فتح اسلام صفحہ 34) مسلمان زعماء، علماء اور مشائخ جو اپنی بدقسمتی سے امام وقت کی تکفیر وتردید پر تُل گئے' حضورؑ ان کیلئے بھی اچھے اور نرم الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ یہ سیرتِ مصطفویؐ کا فیض ہے۔ علمائے اسلام کے حق میں استعمال کی جانے والی چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

''اے بزرگو! اے مولویو! اے قوم کے منتخب لوگو'' (مجموعہء اشتہارات جلد اوّل صفحہ 282)، ''اے اخوان مومنین'' (ایضًا صفحہ 230)، ''اے مسلمانوں کی ذُرِیّت'' (ایضًا 264)، اے میرے مخالف الرائے مولویو! صوفیو اور سجّادہ نشینو (ایضًا صفحہ 283)، ''اے بزرگانِ اسلام'' (ایضًا صفحہ 387)، ''اے برادرانِ اسلام'' (ایضًا صفحہ 426)، ''اے اخوانِ دین ومتبعین خاتم النبیینؐ'' (ایضًا صفحہ 436)، ''اے بزرگانِ دین وعباد اللہ الصالحین'' (ایضًا جلد دوم صفحہ 443)

لیکن اس شرافت ونجابت اور خُلقِ محمدیؐ کی اتباع کے جواب میں مکفّر ومکذّب مولویوں نے انتہائی دلآزار اور شرمناک رویہ اختیار کیا۔ حضور نے ایک ایسے ہی مُلاّ (عبدالحق غزنوی امرتسری) کا ایک اشتہار نقل کیا ہے جس سے اس کی حالتِ زار اور کردار کا علم ہوتا ہے۔ عبدالحق امرتسری' حضورؑ کو ''ملحد، ضال، مُضل، زندیق'' قرار دیتا ہے (مجموعہء اشتہارات جلد اوّل صفحہ 423)۔ نیز ایک ہی سانس میں حضورؑ کے سب پیروکاروں اور عقیدت مندوں کے بارے میں لکھتا ہے۔ ''تمہارے سب اتباع دجّالین، کذّابین، ملاحدہ اور زنادقہ باطنیہ ہیں۔'' (ایضًا صفحہ 425)

یہ وہ اظلم ہیں جنہیں ابولہب کے نصیب اور اُن بدبخت یہودی علماء کے خمیر سے حصہ ملا ہے جنہوں نے حضرت مسیح ابن مریمؑ کو گالیاں دیں، ان کے چہرے پر تھوکا اور تھپڑ مارے اور پھر بُت پرست رومی حاکم پیلاطوس کے پاس صلیب کی سزا دلوانے لے گئے۔ جب اُس نے اس معصوم راستباز کو چھوڑنا چاہا تو انہی لوگوں نے شور مچا کر کہا:

''اس کا خُون ہماری اور ہماری اولاد کی گردن پر''

(انجیل متی باب27آیت 25)

مردم شماری میں اندراج کیلئے نام

ہندوستان کی برطانوی حکومت نے 1901ء میں ملک بھر میں مردم شماری کروانے کا پروگرام بنایا۔ اُس وقت کے گورنر جنرل/وائسرائے لارڈ کرزن (Curzon) کو اپنے مفید کاموں پروگراموں اور سرکاری پالیسیوں کیلئے ایک بہترین حکمران سمجھا جاتا ہے۔ مردم شماری کے حوالے سے ہندوستانیوں کو ہدایت دی گئی کہ وہ اپنے دین (Religion) کے ساتھ اپنے فرقے/مذہب (Sect) کی بھی نشاندہی کریں۔ حضور علیہ السلام نے اس مقصد کیلئے 4 نومبر 1900ء کو ایک اشتہار (بعنوان ''اشتہار واجب الاظہار'') تحریر فرمایا۔ یہ اشتہار اس وقت بڑے سائز کے 4 صفحات پر مشتمل تھا مگر اب مجموعہء اشتہارات میں 10 صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ (مجموعہء اشتہارات جلد سوم صفحات 356-366) اس اشتہار میں حضورؑ نے جماعت کا نام تجویز فرمایا ہے:

''اور وہ نام جو اس سلسلہ کیلئے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کیلئے پسند

کرتے ہیں وہ نام **مسلمان فرقہ احمدیہ** ہے۔ اور جائز ہے کہ اس کو **احمدی مذہب کے مسلمان** کے نام سے پکاریں۔ یہی نام ہے جس کیلئے ہم ادب سے اپنی معزز گورنمنٹ میں درخواست کرتے ہیں کہ اسی نام سے اپنے کاغذات اور مخاطبات میں اس فرقہ کو موسوم کرے یعنی مسلمان فرقہ احمدیہ۔''

(مجموعہء اشتہارات جلد سوم صفحہ364/ 365)

اسی اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ نام اختیار کرنے کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے:

''اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے دو نام تھے۔ ایک محمد ﷺ۔ دوسرا احمد ﷺ۔ اور اسمِ محمدؐ جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسمِ احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت ﷺ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دو ناموں کو اس طرح پر تقسیم کیا کہ اوّل آنحضرت ﷺ کی مکّہ کی زندگی میں اسمِ احمدؐ کا ظہور تھا اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسمِ محمدؐ کا ظہور ہوا۔ اور سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسمِ احمدؐ ظہور کرے گا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اس وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے تا اس کا نام سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے اور جنگ اور لڑائی سے اس فرقہ کو کچھ سروکار نہیں۔''

(ایضاً صفحہ 366/365)

اس اشتہار کو حضورؑ درج ذیل کلماتِ تبریک ودُعا پر ختم کرتے ہیں:

''سوائے دوستو آپ لوگوں کو یہ نام مبارک ہو اور ہر ایک کو جو امن اور صلح کا طالب ہے۔ یہ فرقہ بشارت دیتا ہے۔ نبیوں کی کتابوں میں پہلے سے اس مبارک فرقہ کی خبر دی گئی ہے اور اس کے ظہور کیلئے بہت سے اشارات ہیں۔ زیادہ کیا لکھا جائے۔ خدا اس نام میں برکت ڈالے۔ خدا ایسا کرے کہ تمام روئے زمین کے مسلمان اسی مبارک فرقہ میں داخل ہو جائیں تا انسانی خونریزیوں کا زہر بکلّی ان کے دلوں سے نکل جائے اور وہ خدا کے ہو جائیں اور خدا ان کا ہو جائے۔ اے قادر و کریم تو ایسا ہی کر۔ آمین۔''

(ایضاً صفحہ 366)

اسلام کی طرف منسوب ہونے والے فرقے

حضرت نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیّبہ میں اسلام ''اُمّتِ واحدہ'' کی مجسم تصویر تھا۔ فرقہ بندی کے تانے بانے کا وجود نہیں تھا۔ مگر اُس زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے 72 فرقوں کا حوالہ دے کر اُمّتِ مسلمہ کے 73 فرقوں میں بٹ جانے کی خبر دی۔

(جامع ترمذی' کتاب الایمان' باب افتراق ھذہ الأمّہ)

یہود بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں کئی لحاظ سے ایک قوم ہی رہے اگر چہ ان سے گوسالہ سامری کی پرستش اور دوسری بے ادبیاں اور گستاخیاں سرزد ہوتی رہیں بعد کے ادوار میں' فرقوں میں بٹ گئے۔ یہود کی تاریخ بلکہ تورات میں بھی ان اختلافات کا ذکر ملتا ہے۔ اناجیل میں بھی یہود کے کم از کم 3 مشہور فرقوں کا ذکر ملتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے وقت فلسطین میں موجود تھے۔ فریسی (Pharisees) صدوقی (Saducees) ہیرودی (Herodians)۔ ایک اور فرقہ بھی تھا مگر انجیلوں میں اس کا ذکر موجود نہیں یعنی (Essenes)۔ فرقے بنتے، بگڑتے اور مٹتے رہے ہیں۔ یہود کے ان پرانے فرقوں کے پیروکار آج کل اُن کی عبادت گاہوں میں نظر نہیں آتے۔ اب یہود کے فرقوں کے نئے نام ہیں۔ Orthodox Jews، Reform Jews' وغیرہ وغیرہ۔

یہود یقیناً 72 فرقوں میں بٹے ہوں گے۔ ان کی مذہبی تاریخ تو تقریباً ساڑھے تین ہزار سال پر پھیلی ہوئی ہے۔ تحقیق سے ان سب فرقوں کے نام اور تاریخ سامنے آسکتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مسلمانوں کے 73 فرقوں میں بٹ جانے کی پیشگوئی بھی پوری ہو چکی ہے۔ شہادتِ عثمانؓ کے بعد اسلام میں دو سیاسی فرقے (شیعانِ علیؓ، شیعانِ معاویہؓ) سامنے آئے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں واقعہء تحکیم کے بعد خوارج کا فرقہ سامنے آیا۔ اس طرح شیعہ، سنّی اور خوارج کی تقسیم گہری ہوتی چلی گئی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اہلِ تشیع کے تیس فرقے بن گئے۔ ''خوارج'' نے چھ سات فرقوں کی شکل اختیار کر لی۔ اہلِ سنّت والجماعت کے تیس سے زائد فرقے بن گئے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ تاریخ اسلام میں فرقوں کا ''جمعہ بازار'' لگ گیا۔

مجھے یاد ہے کہ سلسلہ عالیہ کے ایک جیّد عالم اور فقیہہ حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحبؓ نے روزنامہ الفضل میں اسلام کے 72 فرقوں کا مختصر مگر جامع ذکر اپنے مقالے میں کیا جو اس موقر اخبار کے کئی پرچوں میں شائع ہوا۔ زیادہ وقت گزر جانے کی وجہ سے' اب میں ان اشاعتوں کا معیّن رنگ میں مہ وسال کی قید کے ساتھ حوالہ دینے سے قاصر ہوں۔

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ فرقوں کے ظہور میں آنے کا سلسلہ تیرہ، چودہ صدیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ ان کے نام اور دیگر خصوصیات تاریخ اسلام، کتب فقہ اور دوسرے دینی علوم کے ماخذوں سے مل سکتے ہیں۔ اپنی ذات میں یہ اتنا وسیع مضمون ہے کہ کئی مقالوں کا محتاج ہے۔ یہاں جماعت احمدیہ کے نام کے حوالے سے دوچار اشارات کرنے کی اجازت چاہتا ہوں:

1۔ فرقوں کی تقسیم کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے اُن کا مطالعہ اور موازنہ تین بنیادی اقسام کے تحت کیا جائے۔ یعنی سیاسی فرقے' اعتقادی فرقے' اور فقہی اور مسلکی اختلاف سے تعلق رکھنے والے فرقے۔ اس گوشوارے میں فرقوں کو ڈال کر آپ ان کا بہتر رنگ میں مطالعہ کر سکتے ہیں۔

2۔ دوسری بات کا تعلق فرقوں کے ناموں سے ہے یعنی یہ سوال کہ ان کے ناموں کے مجوّز کون لوگ تھے؟ عرض ہے کہ ان سابقہ فرقوں کے نام عظیم روحانی شخصیات' بزرگان اُمّت' ملہمین ۔مجدّ دین یا ربانی علماء نے باذنِ الٰہی تجویز نہیں کئے۔ بلکہ یہ کہنا درست ہے کہ ان فرقوں کے نام شناخت کیلئے پیروکاروں نے تجویز کئے جو چل نکلے مثلاً فقہی مذاہب و مسالک حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مکاتب فکر کے نام حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے تجویز نہیں فرمائے۔ ان کے بعد' ان کے ماننے والوں، اس فقہ پر عمل کرنے والوں یا ان آئمہ کے شاگردوں نے یہ نام تجویز کردیئے۔ یہی کیفیت ہمیں اربابِ تصوف کے مختلف سلسلوں کے ناموں میں نظر آتی ہے۔ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ کے نام حضرت معین الدین چشتیؒ، حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ یا حضرت شہاب الدین سہروردی نے خود تجویز نہیں فرمائے۔ ان کے بعد ان خانوادوں کے متوسلین نے یہ ''خدمت'' سرانجام دی۔ اسی طرح ''اعتقادی فرقے''، بعض عقاید و نظریات میں فلسفیانہ موشگافیوں کے نتیجے میں معرضِ وجود میں آ گئے۔ مثلاً مسئلہ تقدیر سے جبریہ، قدریہ وغیرہ فرقے سامنے آئے۔ یا مسئلہ خلق قرآن کے حوالے سے عراق میں لمبے عرصے تک کشت وخون اور قید و بند کا عذاب صلحائے اُمّت پر مسلّط رہا۔

3۔ یہ نکتہ بھی غور کرنے کے لائق ہے کہ ان تیرہ اسلامی صدیوں میں یعنی جماعت احمدیہ کے قیام سے قبل کسی ایک فرقے کا نام ''احمدی'' یا ''احمدیہ'' تجویز نہیں کیا گیا۔ حالانکہ ''احمد'' نام امت میں بہت محبوب رہا ہے اور ہے یوں لگتا ہے کہ حکمت الٰہی مانع رہی حتّی کہ امام آخرالزمانؑ کی بعثت کا زمانہ آ گیا اور مسیح محمدیؑ نے اپنی جماعت کا نام ''مسلمان فرقہ احمدیہ'' تجویز فرمایا۔ قادیان دارالامان سے اُٹھنے والی یہ اکیلی آواز اب اکناف عالم میں گونج رہی ہے۔ 198 ممالک میں یہ جماعت ''احمدیہ'' کے حوالے سے سرکاری کاغذات میں رجسٹرڈ ہے یا اس نام سے شہرت رکھتی ہے۔ ارضِ بلال (افریقہ) میں 500 کے لگ بھگ پرائمری، سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری سکولز ''احمدیہ'' کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ کئی ممالک میں مبلغین کی تعلیم و تربیت کی جامعات ہیں۔ یہ بھی ''جامعہ احمدیہ'' کے نام سے موسوم ہیں ؏

اک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنادیا

ہم سب فرقوں کے ناموں کا احترام کرتے ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ دینِ اسلام کا واحد فرقہ ہے جس کا نام مامورِ زمانہ نے تجویز فرمایا۔ یہ پہلو بھی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے کہ تیرہ صدیوں میں کسی اور فرقے کا نام ''احمدی'' یا ''احمدیہ'' تجویز نہ کیا جاسکا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1907ء میں ایک تقریر میں اس پہلو پر روشنی ڈالی:

''اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالی نام احمدؐ کا ظہور ہورہا ہے۔ اس واسطے اس جماعت کا نام احمدی ہوا۔ اور یہ نام اسی زمانہ اور اسی جماعت کے واسطے مُقدّر تھا۔ اس سے پہلے اگرچہ بعض ایسے آدمی ہوئے جو کسی جماعت کے امام بنے اور ان کے نام میں احمد کا لفظ تھا مگر کبھی خدا تعالیٰ نے کسی جماعت کا نام احمدی نہ ہونے دیا۔''

(ملفوظات جلد 10 صفحہ3)

اس حوالے سے خاکسار عرض کرتا ہے کئی مجدّ دینِ اُمّت کے نام میں احمد کا بابرکت لفظ موجود تھا مگر نہ اُنہیں خود اور نہ ہی اُن کے پیروکاروں اور عقیدت مندوں کو ان کی جماعت یا فرقے کا نام ''احمدی'' رکھنے کا خیال آیا۔ ایسے مجدّ دین کے اسمائے گرامی بطور مثال درج ذیل ہیں:

I۔ ساتویں صدی کے مُجدّ دْ تقی الدین ابوالعباس احمد بن شہاب الدینؒ (امام ابنِ تیمیہ)

II۔ آٹھویں صدی کے مُجدّ دْ شہاب الدین احمد بن علیؒ (علامہ ابنِ حجر عسقلانی)

III۔ گیارھویں صدی کے مجدّ دْ شیخ احمد فاروقیؒ (مُجدّ دالفِ ثانی)

IV۔ تیرھویں صدی کے مجدّ دْ حضرت سیّد احمد بریلوی شہیدؒ

یہاں میں' احمد نام کے حامل' دو اور مسلمان لیڈروں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی محمد احمد سوڈانی اور سر سیّد احمد خان۔ یہ دونوں' حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہمعصر بھی تھے۔ صوفی محمد احمد سوڈانی نے ''مہدی'' ہونے کا دعویٰ کیا۔ کچھ علاقے فتح کئے۔ کچھ اصلاحی کام بھی کئے۔ مگر ''حج''، منسوخ کردیا۔ اسی طرح نکاح کے وقت ''حق مہر'' مقرر کرنے کی شق بھی منسوخ کردی۔ یہ مہدی اپنے دعویٰ کے چند سال بعد 1885ء میں فوت

ہوگیا۔محمد احمد سوڈانی نے اپنی جماعت کا نام احمدی یا احمدیہ نہیں رکھا۔ بلکہ انصار مدینہ کے حوالے سے انہیں ''انصار'' کا نام دیا۔ اُس کے خلیفہ عبداللہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عظیم الشان تاریخی مقام کی نسبت سے نیا نام ''خلیفہ صدیق'' اختیار کرلیا۔ سوڈان کے بعض علاقوں میں اُس نے حکومت قائم کر لی جسے تاریخ میں ''مہدیہ ریاست'' (Mahdist State) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ 1898ء میں برطانوی جرنیل لارڈ کچنر (Kitchener) کے ساتھ ایک خونریز جنگ میں' خلیفہ صدیق صاحب، اپنے تمام معتمدین اور تقریباً ساری فوج کے ساتھ جان کی بازی ہار گئے۔اس سانحہ کے بعد فاتح فوج نے مہدی سوڈانی کی قبر کھود کر اُس کی ہڈیاں بھی دریا میں پھینک دیں۔اب اُس خالی قبر کے اوپر قُبّہ بنا دیا گیا ہے۔

سرسید احمد خان 1875ء کے بعد' مسلمانانِ ہند کے لیڈر کے طور پر سامنے آئے۔وہ ایک قانون دان، مصنف، صحافی، سماجی ریفارمر اور ماہر تعلیم تھے۔حکومتِ برطانیہ نے 1888ء میں اُنہیں ''سر'' کا خطاب بھی دیا۔''اسباب بغاوتِ ہند''، ''خطباتِ احمدیہ'' اور بعض اور کتابوں کے علاوہ انہوں نے قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی لکھی ہے۔حضرت اقدسؑ نے اپنی کتاب ''برکات الدعا'' میں قبولیت دعا کے بارے میں سرسید کے غلط عقاید کی اصلاح فرمائی ہے۔سرسید کے پیروکاروں کو ''نیچری'' کا نام دیا گیا۔حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ قبول احمدیت سے پہلے ''نیچری'' نظریات کے مویّد تھے۔سرسید نے 1875ء میں، علی گڑھ کے مقام پر مسلمانوں میں اعلیٰ تعلیم کے فروغ کیلئے ایک کالج قائم کیا۔یہ ممکن تھا کہ وہ ''خطبات احمدیہ'' کتاب کی طرح اس کالج کا نام بھی ''احمدیہ کالج''، رکھ دیتے مگر انہوں نے ایک بالکل مختلف نام تجویز کیا۔''محمڈن اینگلو اورینٹل کالج''، یہی کالج بعد میں ''علی گڑھ یونیورسٹی'' کہلایا جو اب بھی ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک عظیم درسگاہ ہے اس یونیورسٹی کے فارغ التحصیل اپنے نام کے ساتھ ''علیگ'' لکھتے ہیں۔اگر سرسیّد اس کالج کا نام ''احمدیہ کالج'' رکھ دیتے تو ہزاروں گریجوایٹ اپنے ناموں کے ساتھ ''علیگ'' کی بجائے ''احمدی'' لکھتے۔مگر اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ اس وقت بھی اصل حقدار جماعت کے نام کی معجزانہ حفاظت فرما رہی تھی!

فرقہ ہائے اسلام کے بعض ناموں کا پس منظر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''احمدی'' نام تجویز کرتے وقت اس کی جو معنوی اور روحانی حکمت بیان فرمائی، اُس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔بعض اسلامی فرقوں کا نام تجویز کرتے وقت جن محرّکات و اسباب یا وجوہات کو پیشِ نظر رکھا گیا، ان کا تجزیہ کرکے حضرت اقدسؑ کے پاکیزہ اندازِ فکر کی عظمت اور بھی نمایاں ہوجاتی ہے۔اس حوالے سے دو چار ناموں کا تجزیہ و تعارف پیش کر دیتا ہوں ع

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

i۔غُرابیہ: غرابیہ اہلِ تشیع کے ایک فرقے کا نام ہے جو اب معدوم ہو چکا ہے مگر عقیدہ و نظریہ بعض افراد میں اب بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔اس فرقے کے نام کی وضاحت ایک مصری دانشور نے اپنی کتاب میں' ان الفاظ میں کی ہے (اُردو ترجمہ غلام احمد حریری):

''یہ بھی شیعہ کا ایک غالی فرقہ ہے۔یہ سابق الذکر فرقہ (سبیہ ء۔ناقل) کی طرح حضرت علی کی الوہیت کے قائل نہیں تھے۔مگر حضرت علیؓ کو تقریباً آنحضورؐ سے افضل قرار دیتے تھے۔یہ اس زعمِ باطل کا شکار تھے کہ نبی دراصل حضرت علیؓ تھے۔مگر جبریل غلطی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوگیا۔ان کو غرابیہ (غراب کوّے کو کہتے ہیں) ان کے اس قول کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ ' حضرت نبی کریمؐ کے اس طرح مشابہ ہیں جیسے ایک کوّا دوسرے کوّے کا ہم شکل ہوتا ہے۔''

(اسلامی مذاہب' مصنفہ ابوزُھرہ مصری۔ پبلشر ملک سنز، فیصل آباد)

ii۔قرامِطہ: یہ اسماعیلی شیعوں کا ایک فرقہ ہے جو حمدان بن اشعت کا پیروکار تھا۔ دوسرے اسماعیلی فرقوں سے اختلافات ہوں گے مگر فرقے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حمدان کو چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھانے کی عادت تھی۔عربی میں ایسے شخص کو ''قِرمط'' کہتے ہیں۔لیڈر کے اس طرح چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھانے کی وجہ سے فرقے کا نام قرامِطہ تجویز کر دیا گیا۔کچھ عرصہ بعد اس فرقے نے بحرین میں اپنی حکومت قائم کر لی۔اور حج کے موسم میں خانہ کعبہ پر دھاوا بول دیا۔حاجیوں کا قتلِ عام کیا۔حجرِ اسود کو خانہ کعبہ کی دیوار سے نکال کر لے گئے جو تقریباً 20 سال تک خانہ کعبہ سے جُدا رہا۔''چھوٹے چھوٹے قدموں والے'' اتنے گُستاخ اور سفّاک ہوگئے کہ اتنا بڑا قدم اُٹھالیا۔ایک خلیفہ نے خطیر رقم ادا کرکے حجرِ اسود کو دوبارہ بیت اللہ شریف کی عمارت میں اپنے مقام پر نصب کروایا۔

iii۔معتزلہ: عباسیوں کے زمانے میں بغداد کے بعض علماء عبادت اور علمی و تحقیقی کاموں میں ہمہ وقت مصروف رہنے کیلئے، سیاسی معاملات سے الگ تھلگ ہوگئے۔ اُنہیں اس ''علیحدگی'' کی وجہ سے لوگوں نے ''معتزلہ'' کہنا شروع کردیا یعنی الگ ہونے والے' تارک الدنیا' صوفی منش' درویش لوگ۔بعض عباسی خلفاء نے معتزلہ کی پالیسی کی تائید کی اس حکومتی سرپرستی کی وجہ سے اس فرقے کو فروغ ملا۔آگے چل کر اس

مقبولیت نے ایک خطرناک شکل اختیار کرلی۔ ''مسئلہ خلق قرآن'' معتزلہ کا عقیدہ تھا۔ اس بات پر بحثیں ہونے لگیں کہ قرآن ''مخلوق'' ہے یا نہیں۔ اس تنازعہ پر تلواریں چلنے لگیں' کوڑے برسنے لگے اور قید خانے اسیروں سے بھر گئے۔ لمبے عرصے کے بعد اس کُشت وخون اور جبر وتشدّد کا خاتمہ ہوا۔

iv۔ یزیدیہ: سانحہء کربلا میں نواسہء رسولؐ، امام حسینؓ اور تمیں کے لگ بھگ جوانانِ اہلِ بیت کے قتلِ ناحق میں ملوّث ہونے کی وجہ سے یزید تاریخ اسلام کا ایک ملعون اور مغضوب کردار بن کر رہ گیا۔ کوئی شخص بھی ''یزید'' نام اختیار کرنے کا روادار نہ رہا۔ عجیب بات ہے ہمیں تاریخ میں ''یزیدی'' فرقہ کا ذکر ملتا ہے۔ ایک فرقہ تو اب بھی عراق میں موجود ہے جس کا تعلق مسلمانوں کی نسبت عیسائیوں سے زیادہ ہے۔ مگر اسی نام کا ایک فرقہ مسلمانوں میں بھی گزرا ہے۔ یہ خوارج کا فرقہ ہے۔ یہ لوگ یزید بن ابی انیسہ خارجی کے پیروکار تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ عجمیوں میں ایک رسول مبعوث کرے گا جو شریعتِ محمدیہؐ کو منسوخ کردے گا۔

(اسلامی مذاهب مصنفه ابو زهره ' صفحه132)

اسلام سے ان لوگوں کی وابستگی کا اندازہ اس باطل عقیدہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ ان چند ناموں سے ہمیں اندازہ ہوجاتا ہے کہ اسلام مظلوم پر کیا کیا گزری ہے۔

72 فرقے ایک طرف

اُمّتِ واحدہ کے 73 فرقوں میں بٹ جانے کی خبر پر مُشتمل حدیث اُوپر گزر چکی ہے۔ یہ اس حدیث کا پہلا حصہ ہے۔ دوسرا حصہ ملاحظہ فرمایئے:

كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً

(جامع الترمذی کتاب الایمان باب افتراق هذهِ الامّة)

چونکہ یہ غیر مبہم الفاظ صرف ایک فرقے کے ناجی (جنّتی) ہونے کی خبر دے رہے ہیں۔ اس لئے ہر فرقے نے خود کو جنّتی قرار دینا شروع کردیا۔ عملاً صورتِ حال یہی ہے کہ ہر فرقہ خود کو جنّتی سمجھتا ہے اور باقی 72 کو اہل النار۔
ایک اور پہلو بھی بڑا دلچسپ ہے۔ اگر آپ تمام فرقوں کے مستند فتوے جمع کرلیں اور ان کی روشنی میں ایک گوشوارۂ کفر واسلام مرتب فرمائیں تو میں آپ کو یقین دلاسکتا ہوں کہ مسلمان کے خانے میں داخل کرنے کیلئے کوئی فرقہ باقی نہیں بچے گا۔ یہ بڑا مشکل حسابی مسئلہ ہے۔ 73 فرقوں میں سے صرف ایک ناجی ہے اور ہر فرقہ یہ اعزاز اپنے لئے ریزرو کرنا چاہتا ہے اور سب ایک دوسرے کو ''کینسل'' کررہے ہیں۔ دُنیائے ریاضی کا کوئی الجبرا اس مسئلہ کو حل نہیں کرسکتا۔ الغرض اُمّت کا یہ سفر اسی طرح جاری رہا حتّٰی کہ

7 ستمبر 1974ء کو ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ پاکستان کی قومی اسمبلی نے کئی ماہ کی ''محنتِ شاقہ'' کے بعد' جماعتِ احمدیہ کو دائرۂ اسلام سے خارج کردیا۔ علماء اور مذہبی وسیاسی لیڈروں نے ایک دوسرے کو مبارکبادیں دیں۔ مٹھائیاں بانٹیں۔ خوشیاں منائیں۔ اخباروں نے اُمّت کا ''90 سالہ مسئلہ'' حل ہوجانے پر اپنے صفحات سیاہ کئے اور وزیر اعظم بھٹو صاحب کی ''خدمتِ اسلام'' کو سراہا اور اُنہیں بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا۔ بھٹو صاحب خوش اور مطمئن تھے کہ اس نیک کام کی برکت سے اب ان کی حکومت کو استحکام اور دوام حاصل ہوگیا ہے۔ علماء کرام بھی ''کریڈٹ'' لینے کی دوڑ میں شامل ہوگئے۔ کسی کو غور کرنے کا موقعہ نہ ملا کہ قومی اسمبلی میں جو ڈرامہ کھیلا گیا ہے اُس سے بنا بنایا کھیل بگڑ گیا ہے۔ 72 فرقے ایک طرف اور ایک اکیلا دوسری طرف۔ 72 جنّتی قرار پائے۔ اور سب اس اکیلے فرقے کی بے دینی' زندیقی اور کُفر پر متفق ہوگئے۔ حدیث کے الفاظ تو اس کے برعکس سینار یو پیش کرتے ہیں۔ حدیث کے منشاء کے مخالف فیصلے کو نافذ کرنے کیلئے مزید اقدامات کئے گئے۔ پاسپورٹ میں ''مذہب'' کا خانہ ایجاد کیا گیا۔ تا احمدی سفرِ حج کی سعادت سے محروم کردئے جائیں۔ احمدی مساجد اور گھروں سے کلمہ طیبہ کے مبارک الفاظ مٹائے اور کھرچے گئے۔ اہلِ اسلام نے اس کام کیلئے عیسائی ''بھائیوں'' کی خدمات حاصل کیں۔ ضیاء الحق صاحب نے 20 اپریل 1984ء کو ایک ظالمانہ آرڈی نینس کے ذریعے احمدیوں کے لئے ''اسلامی'' اصطلاحات اور شعار کے استعمال کو ''قابل دست اندازی پولیس'' جُرم قرار دے دیا۔ اس کے بعد سے جماعت احمدیہ کے افراد کو جیلوں میں ٹھونسنے کا کام شروع کیا گیا۔ پھر شہادتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ یہ مقتل اب بھی سجائے جاتے ہیں۔ آئینی ترمیم اور آرڈیننس قانون کی کتاب میں تو موجود ہے مگر ہمارے ایمان ویقین کو متزلزل نہیں کرسکا۔ ہم آج بھی خود کو مسلمان اور حضرت نبی کریم ﷺ کا ادنیٰ غلام سمجھتے ہیں اور اپنے اسلام کیلئے کسی پارلیمنٹ، عدالت، پنچایت یا مولویوں کے کسی دارالافتاء سے تصدیقی سند کی ضرورت محسوس نہیں کرتے!! لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ
72 فرقوں سے وابستہ لوگ اپنے اسلام کا اعلان کرتے رہیں۔ جنّت پر اپنے استحقاق کا پرچار شوق سے کریں بلکہ بے شک اس دُنیا میں جنّت کا ایک ''قبضہ گروپ'' منظّم کرلیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ہمیں تو یہ فکر دامن گیر ہے کہ ناجی فرقے کی جو علامات حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ارشادات سے واضح ہوتی ہیں' وہ ہم میں موجود ہیں یا نہیں؟ ہماری تمنا ہے کہ ان خصوصیات میں ہمارا معیارِ تقویٰ بلند سے بلند تر ہوتا رہے۔
ایسی چند علامات ملاحظہ فرمایئے:
امام وقت کی اطاعت، تسبیح کے دانوں کی طرح' متحد ومسلک جماعت' نظام خلافت کی برکات سمیٹنے والے لوگ' تبلیغ اسلام میں انہماک خدمتِ دین کیلئے وقفِ زندگی کی روایت کی علمبردار رُوحیں، اتباعِ سُنّت رسولؐ میں سکینت پانے والے وجود' بدعات سے

بیزار خدمت خلق کے جذبے سے سرشار اور امن سے پیار کرنے والے بے ضرر لوگ!!
1907ء میں یعنی اپنی رحلت سے تقریباً ایک سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کی ایک خصوصیت کا ذکر فرمایا۔ جس سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی برکت و عظمت کا یہ پہلو اُجاگر ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ مسلمہ فرقہ بندی کی آنچ تیز کرنے کیلئے نہیں بلکہ اپنے پلیٹ فارم کے ذریعے اُمّتِ واحدہ کے اتفاق واتحاد کی راہ ہموار کرنے کیلئے معرضِ وجود میں آئی ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

''اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے تا لوگ فرقہ بندیوں سے نکل کر اس جماعت میں شامل ہوں جو بے ہودہ مخالفتوں سے بالکل محفوظ ہے اور سیدھے راستے پر چل رہی ہے جو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بتایا۔''

(ملفوظات جلد10صفحہ371)

بالفاظِ دیگر یہ تاثر سلسلہء بیعت کی ابتدا کے بعد18 سال تک حضور کے مشاہدہ کا نچوڑ ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ مختلف فرقوں اور مسلکوں سے تعلق رکھنے والے جماعت کے پلیٹ فارم پر جمع ہو کر متحد و متفق ہو گئے اور اپنے سابقہ فرقوں کے باہمی اختلافات فراموش کر دیئے۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب ''اہلِ حدیث'' تھے' حضرت نواب محمد علی صاحب شیعہ اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحب ''نیچری'' تھے۔ حضرت پیر سراج الحق صاحب اور حضرت پیر افتخار احمد صاحب کا زمرۂ مشائخ سے تعلق تھا۔ ہمیں باقی صحابہ کرام میں فرقوں کی یہی ورائٹی نظر آتی ہے۔ حضورؑ کی زندگی میں غیر ممالک کے افراد بھی جماعت سے وابستہ ہوئے۔ حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحبؓ کا تعلق افغانستان سے تھا 313 صحابہ کرام کی فہرست میں سید محمد آفندی (ترکی) اور عثمان عرب (طائف حجاز) کا نام موجود ہے۔ مرکز اسلام مکہ معظّمہ کے ایک معزز شہری محمد بن احمد مکّی حضورؑ کو قادیان میں ملے۔ ایک اور مبائع محمد سعیدی کا تعلق شام سے تھا۔ اسی طرح مغربی ممالک کے باشندوں تک حضورؑ کی تبلیغ پہنچی اور بعض ''سفید پرندوں'' نے شجرِ احمدیت پر اپنے آشیانے بنائے۔ متحدہ ہندوستان سے تعلق رکھنے والے بعض سعید الفطرت ہندوؤں اور سکھوں کو بیعت کی توفیق ملی۔ عبدالرحمن صاحب (مہر سنگھ)' بھائی عبدالرحیم صاحب (جگت سنگھ)' اور بھائی عبدالرحمٰن صاحب (مہتہ ہریش چندر) حضورؑ کے مقرب صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی رحلت کے بعد حضرت اقدسؑ کے خلفاء کے ادوار میں بھی یہی نظارے نظر آتے رہے ہیں۔ ناروے کے عبدالسلام میڈیسن اور برطانیہ کے بشیر احمد آرچرڈ عیسائی پادریوں کے بیٹے تھے مگر انہیں نہ صرف احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی بلکہ سلسلہ عالیہ کی خدمت مبلغین اسلام کے طور پر کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ مجھے ان دونوں حضرات سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ یہ لوگ عجز وانکسار اور محبت و مُروّت کے مجسّمے تھے۔ اس پہلو کو ہم احمدیت کا ''معجزہ'' قرار دے سکتے ہیں۔ درخت اگر اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے تو اس شجرۂ صدق ووفا کو پہچان جایئے!

یہ جماعت احمدیہ کے رُوحانی اور مذہبی حُسن کا ایک امتیازی پہلو ہے کہ یہ واحد جماعت ہے جس میں مبائعین' اپنے پُرانے مسلک ماضی کو یکسر فراموش کر کے امتِ واحدہ کا حصہ بن جاتے ہیں۔ مصری اور انڈونیشین احمدی شافعی مسلک چھوڑ کر آئے۔ مغربی افریقہ کے احمدی مالکی فقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہی منظر متحدہ ہندوستان میں' جو اَب بنگلہ دیش' بھارت اور پاکستان میں تقسیم ہو چکا ہے۔ ایک وسیع کینوس نظر آتا ہے۔ حنفی' اہلِ حدیث' اہلِ قرآن' دیوبندی' بریلوی' اثناعشری' اسماعیلی' زیدی ہر فرقے اور مسلک کے لوگ آئے اور جماعت احمدیہ کی رُوح سے سرشار ہو کر فروعی اختلافات سے بالا ہو کر خدمت اسلام ہی کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا!

پاکستان کی قومی اسمبلی نے' جماعت احمدیہ کے تشخص کو مسخ اور پامال کرنے کیلئے ایک فیصلہ ستمبر 1974 میں کیا۔ سفارت خانوں اور پاکستانی علماء کے ''سرکاری'' وفود نے یہ پروپیگنڈہ بنفسِ نفیس تمام مسلم ممالک میں کیا۔ اسے ورلڈ مسلم لیگ (موتمر عالم اسلامی) میں اُچھالا گیا۔ جنرل ضیاء الحق کے آرڈیننس کے بعد اس جدّ وجہد میں نئی شدت آئی۔ مگر یہ سب حربے بے کار ثابت ہوئے۔ البتہ ان اقدامات نے 72 فرقوں کے جانشینوں کو گھیر کر ایک صف میں کھڑا کر دیا تا جماعت احمدیہ پر تکفیر کے تیروں کی بارش کر سکیں۔ اس بین الاقوامی کاوش کا نتیجہ یہ نکلا کہ ناجی فرقے کے حوالے سے' حضرت نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی کا یہ پہلو حقیقت میں ڈھل کر سامنے آگیا۔ اب یہ ایک تاریخی سچ ہے جسے معدوم نہیں کیا جا سکتا۔ اس دنیا کی زندگی تو فانی ہے۔ اس دنیا کی حکومتیں اور اُن کے قانون ساز ادارے بھی فانی ہیں۔ اصل زندگی تو حیاتِ آخرت ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انجام بخیر کی اُمید ہے۔ ہمیں کافر، زندیق، ملحد اور ضال قرار دینے والے اگلے جہان میں یہ منظر بھی دیکھیں گے

ہم اہلِ صفا ' مردودِ حرم
مسند پر بٹھائے جائیں گے

☆......☆......☆......☆......☆

معجزات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

قبل اس کے کہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے معجزات کی تفصیل بیان کروں، میں معجزہ کے معنی اور اہمیت کے متعلق کچھ کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ معجزہ کا لفظ اعجاز مصدر سے ماخوذ ہے جس کے معنی عاجز کر دینے کے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں معجزہ ایسے امر کو کہتے ہیں جو اللہ کے نبی سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے صادر ہو اور فریقِ مخالف اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز آجائے۔

اس کی مزید وضاحت حضرت امام غزالیؒ کے بیان سے کی جاسکتی ہے۔ حضرت امام غزالیؒ اپنی کتاب ''الاقتصاد فی الاعتقاد'' میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی نبی یہ کہے کہ میری صداقت کا نشان آج کے دِن یہ ہے کہ میں اپنی اُنگلی ہلاؤں گا اور انسانوں میں سے کوئی میری معارضت کی طاقت نہیں رکھے گا اور اُس دن کوئی اسکی معارضت (مخالفت) نہ کرے تو اُس کا صدق ثابت ہوگیا اور یہ ایک معجزہ کہلائے گا۔

معجزات کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی آمد سے پہلے قریباً تمام مذاہب کے عقائد و خیالات میں ایسی باتیں داخل ہوگئی تھیں کہ ان سے دین و ایمان کی غرض و غایت پر ہی پانی پھر جاتا ہے۔ مختلف نبیوں اور ولیوں کی طرف ایسے ایسے معجزات منسوب کر دیئے گئے جن کا کوئی ثبوت قرآن و حدیث کتب سابقہ یا تاریخ میں نہیں ملتا اور بعض صورتوں میں فرضی معجزوں کا وجود گھڑ لیا گیا تھا۔ مثلاً یہ مشہور تھا کہ ایک بزرگ کے سامنے پکا ہوا مرغ لایا گیا۔ انہوں نے اس کا گوشت کھایا اور پھر اس کی ہڈیاں جمع کر کے ہاتھ میں پکڑ کر جو دبائیں تو وہ زندہ ہو کر بانگیں دیتا ہوا مرغ بن گیا۔ یا یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قبروں میں سے مردوں کو زندہ کیا جو اپنے گھروں میں جا کر اپنے عزیزوں سے ملے یا مٹی سے مختلف قسم کے طیور بنائے اور ان میں پھونک ماری تو وہ اُڑ کر دوسرے پرندوں میں جا ملے۔ دوسری طرف کچھ لوگ وہ تھے جو سرے سے معجزات کے قائل ہی نہ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر ان دونوں نقطہ ہائے نگاہ کی اصلاح فرمائی اور بتایا کہ اسباب وعلل کی دیواروں میں کچھ روزن بھی کھلتے ہیں جن میں سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت وعلم اور دیگر صفات کے ذریعہ چہرہ نمائی کرتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو انسان کبھی یقین کامل حاصل نہ کر سکے اور فرمایا کہ معجزہ برحق ہے بلکہ ایمان کو زندہ اور تروتازہ رکھنے کے لئے معجزہ ایک ضروری چیز ہے کیونکہ یہ معجزہ ہی ہے جو انسان کو عقلی دلائل کی دردآمیز فضا سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے مگر اسکے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے چند شرائط ضروری اور لازمی کر دی گئی ہیں اور وہ شرائط یہ ہیں۔

اوّل: معجزہ میں کوئی نہ کوئی بات ایسی ہو جو دوسروں کو نبی کے مقابل پر عاجز کر دے اور اسکی تہہ میں خدا کا ہاتھ نظر آئے۔

دوئم: اس میں کوئی نہ کوئی اخفاء کا پہلو ضرور ہونا چاہیئے کیونکہ بالکل کھلی اور غیر مشتبہ صداقت پر ایمان لانے پر کوئی ثواب نہیں ہوسکتا۔

سوئم: تیسری شرط یہ ہے کہ معجزہ میں کوئی بات خدا تعالیٰ کی مشیّت اور وعدہ کے خلاف نہ ہو۔

ان شرائط کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ''حقیقۃ الوحی'' صفحہ 67 میں فرماتے ہیں: اب میں بموجب آیت کریمہ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ اپنی نسبت بیان کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس تیسرے درجہ میں داخل کر کے وہ نعمت بخشی ہے کہ جو میری کوشش سے نہیں بلکہ شکم مادر میں ہی مجھے عطا کی گئی ہے۔ میری تائید میں اس نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ آج کی تاریخ سے جو 16 جولائی 1906ء ہے اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔۔۔''

چنانچہ حضورؑ نے اپنی زندگی میں بہت سے ایسے معجزات دکھائے جو قرآن کریم اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے من جانب اللہ ہونے اور حضرت مسیح موعودؑ خود کو خدا کا مرسل و برگزیدہ ہونے کو ثابت کرتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ پر حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ پھر نبی کو زمانے کے حالات کے مطابق بعد اس کے مقاصد کی تکمیل کیلئے معجزات دیئے جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ ایسے زمانہ میں تشریف لائے جبکہ اسلام تمدنی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی انحطاط کے انتہائی دَور میں سے گزر رہا تھا۔ اور دنیوی علوم کے لحاظ سے یہ زمانہ بے انتہا ترقیات کا زمانہ ہے اور اسی وجہ سے اسلام پر عملی حملہ نہایت شدید تھا۔ فلسفہ وسائنس نے ایسا زلزلہ انگیز حملہ کیا تھا کہ ہزاروں لاکھوں نوتعلیم یافتہ مسلمان یہ سمجھنے لگ گئے تھے کہ اس حملہ نے خدا، روح، یومِ آخرت اور الہام وغیرہ عقاید کی بنیادیں ہلا دی تھیں۔ ان

حالات میں اور ایسے وقت میں دنیا کو ایسے معجزات کی ضرورت تھی جو زندہ خدا پر زندہ کامل ایمان اور یقین محکم عطا کریں۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ کو تا قیامت اپنا نجات دہندہ یقین گردانیں اور جو قرآن کریم کو خدا کی آخری کتاب منوائیں۔ حضورؑ کے علمی معجزات میں سے ایک معجزہ جو کہ پہلا معجزہ بھی ہے، بیان کرتا ہوں۔

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ معجزہ کی تعریف امام غزالیؒ کے نزدیک یہ ہے ''ایک ایسا چیلنج جس کو فریقِ مخالف نہ توڑ سکے''۔ معجزہ کے ان الفاظ سے حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین قرآن کریم کی حقانیت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر پہلا معجزہ یہ دکھلایا کہ مشہورِ عالم کتاب ''براہینِ احمدیہ'' تصنیف فرمائی اور دنیا کو چیلنج کیا کہ اگر کوئی شخص ان دلائل کا پانچواں حصہ بھی ردّ کر دے جو حضور نے اس کتاب میں لکھے ہیں تو حضور اپنی ساری جائداد جس کی قیمت اس وقت حضور نے دس ہزار روپیہ لگائی تھی اور آج کے لحاظ سے شاید 3-4لاکھ بنتی ہے۔ اسے دے دینگے۔ لیکن کتاب مذکورہ کو تصنیف و شائع ہوئے آج تقریباً 130 سال کے قریب ہو رہے ہیں لیکن کسی کو جواب کی توفیق نہیں ملی۔ یہ کتاب کتنے عظیم مرتبے کی کتاب تھی اس کا اندازہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اس ریویو سے ہو سکتا ہے جو انہوں نے اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' میں مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا۔

''ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانے اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور اس کا مصنف اسلام کا مالی، جانی، قلمی و لسانی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر بہت ہی کم دیکھی جاتی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو اگر کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہموسماج سے اس زور شور سے مقابلہ کیا گیا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصارِ اسلام کی نشاندہی کریں جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی وغیرہ کے علاوہ مالی نصرت کا بیڑہ اٹھالیا ہو اور مخالفینِ اسلام اور منکرینِ الہام کے مقابلے میں ہی مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جن کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آ کر اس کا تجربہ و مشاہدہ کرے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا غیر افراد کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔'' (اشاعة السنّہ جلد6نمبر7)

یہ سردارِ اہلِ حدیث اور اپنے زمانے کے ایک ایسے عالم کی شہادت ہے جس کے متعلق یہ قیاس بے جا نہیں کہ انہوں نے اسلام کے جملہ آئمہ کبار کا لٹریچر پڑھا ہوا ہوگا اور کسی بڑے سے بڑے مؤید اسلام کی کوئی تصنیف ان سے پوشیدہ نہ تھی تبھی تو انہیں یہ لکھنے کی جرأت ہوئی تھی کہ ایسی کتاب تیرہ سو سال میں اس سے پہلے تصنیف نہیں ہوئی ورنہ فوراً علماء ان کی تردید میں اُٹھ کھڑے ہوتے اور ان کتب کی نشاندہی کر دیتے جو اسلام کی تائید میں براہین احمدیہ سے بہتر تصنیف ہوئی تھیں۔ ایسی حالت میں یہ گواہی بالخصوص ایسے شخص کی گواہی جس نے حضورؑ کو نہایت قریب ہو کر دیکھا ہوا تھا بہت ہی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

براہین احمدیہ میں حضورؑ نے اللہ کی ہستی کے دلائل، الہام پر برہموسماج کے اعتراضات کے جوابات سورۃ الفاتحہ کی بے نظیر تفسیر کے علاوہ الہام کی ضرورت پر ایسے لاجواب دلائل ارشاد فرمائے کہ ان کے بعد الہام سے انکار کرنا نہایت مشکل ہو گیا۔ غرضیکہ اس کتاب سے آریہ سماج کے اعتقادی برتری کے زعم کو ہمیشہ کیلئے توڑ کر رکھ دیا اور اسلام کی جملہ مذاہب پر برتری کو نا قابل تردید محور پر ثابت کر دیا۔

رسول کریم ﷺ کے متعلق خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو چار نہایت عظیم الشان اقتداری معجزات دکھائے۔ یہ معجزات چار افراد کے متعلق ہیں۔ جن میں سے دو یعنی ڈپٹی عبداللہ آتھم امرتسری اور جان الیگزینڈر ڈوئی لشکر نصرانیت کے سالار تھے اور دو افراد یعنی پنڈت لیکھرام اور سوامی شردھانند ہندومت کے علمبردار تھے۔ میں ان میں سے صرف ایک معجزہ جس کا تعلق ڈپٹی عبداللہ آتھم سے ہے بیان کروں گا۔

ڈپٹی عبداللہ آتھم کے متعلق معجزے کی تقریب اس طرح پیش آئی کہ یہ شخص اسلام کا ایک نہایت کینہ ور دشمن تھا۔ یہاں تک کہ اس نے سید المعصومین محمد مصطفےٰ ﷺ کے خلاف (معاذ اللہ) دجّال کا لفظ استعمال کیا تھا۔ 1893 میں مختلف عیسائی پادریوں کی تحریک پر امرتسر میں ایک مناظرہ اسلام اور عیسائیت کے مابین قرار پایا جس میں عیسائیت کی نمائندگی عبداللہ آتھم مذکور نے کی اور اسلام کی نمائندگی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی۔ پندرہ دن تک یہ دلائل و براہین کی تحریری جنگ ہوتی رہی۔ یہ مناظرہ جنگ مقدس کے نام سے مشہور ہے اور شائع ہو چکا ہے۔ مباحثہ کے آخری دن حضرت مسیح موعودؑ نے اعلان فرمایا کہ ہمارے مقابل نے آنحضرتؐ کے خلاف دجّال کا ناپاک لفظ استعمال کر کے ہمارے دل کو بے حد دکھایا ہے۔ اب ہم اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اعلان کرتے ہیں کہ اگر یہ شخص حق کی طرف رجوع نہ کرے تو مباحثہ کا ہر دن ایک ماہ بن کر پندرہ ماہ کی مہلت اس شخص کو دے گا اور پندرہ ماہ کے اندر یہ شخص ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ اس پیشگوئی کے سننے سے پہلے عبداللہ آتھم بہت سی شوخیاں دکھا چکا تھا لیکن پیشگوئی کے سنتے ہی اسکا رنگ زرد پڑ گیا اور اس نے وہیں خوفزدہ ہو کر اعلان کیا کہ اس نے آنحضرتؐ کو دجّال نہیں کہا حالانکہ وہ ناپاک لفظ شائع شدہ تھا۔

اس کے دل پر اس وقت ایسا خوف طاری ہوا کہ اسکے لئے ہر دن خوف و اضطراب کی ایک قیامت بن گیا۔ وہ اپنے آپ کو چھپاتا پھرا اور جگہ بہ جگہ گھومتا پھرا۔ اسے کمروں میں سانپ نظر آتے اور مختلف قسم کے عذاب اس کی آنکھوں کے سامنے پھرتے ان پندرہ مہینوں میں اس نے ایک لفظ بھی اسلام یا حضرت بانیٔ اسلام کے خلاف زبان یا قلم سے نہ نکالا۔ اس رجوع کی بناء پر پیشگوئی کی شرط کے مطابق خدا تعالیٰ نے جو دلوں کا جاننے والا ہے۔ اسکا عذاب ٹال دیا۔ ہر چند وہ خود اس درجہ خوفزدہ تھا کہ ایک لفظ بھی

پیشگوئی کے پورا ہونے کے خلاف نہیں کہنا چاہتا تھا لیکن اس کے دوست نما دشمنوں نے اسے گوشۂ عافیت میں بیٹھنے نہ دیا اور اعلان کروادیا کہ وہ نہیں ڈرا۔ خدا تعالیٰ نے اخفائے حق کے جرم میں اسے آخری پیشگوئی کے مطابق پکڑا اور سات ماہ کے اندر حضرت اقدس کی زندگی میں ہلاک کر دیا یہ خدا تعالیٰ کا ایک عظیم الشان اقتداری نشان تھا جو اسلام کی فتح اور عیسائیت کی شکست کیلئے دکھایا گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کو آتھم سے کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ آتھم کی موت کسی توجہ اور قوت ارادی کا کرشمہ تھا کیونکہ قوت ارادی کے اظہار میں شرائط برداشت نہیں ہوتیں پس اسکی یہ موت حضرت اقدس کی زندگی میں صرف اور صرف خدائے علیم وحکیم اور خدائے قادر کی قدرت نمائی تھی جو اسلام اور بانی اسلام کی صداقت کیلئے وقوع پذیر ہوئی۔ یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہ تھا کیونکہ اس کے لئے پہلے سے پیشگوئی کر دی گئی تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کی غرض جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنا تھی۔ اس غلبے کیلئے خدا تعالیٰ کی مختلف صفات کا نمایاں جلوہ ایسی صورت میں ضروری تھا جو اسلام کو دیگر مذاہب پر غالب کرے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے غلبے کیلئے حضور پر اپنے مکالمات میں کثرت سے امور غیبیہ ظاہر فرمائے۔

اخبار غیبیہ اور قبولیت دعا کے واقعات ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں ہیں ان میں سے ایک واقعہ آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اس زمانے میں جب کہ قادیان کے گاؤں کے لوگ بھی حضور کو نہ جانتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے بتایا کہ آپ کے پاس دُور دراز سے لوگ آئیں گے اور اس کثرت سے آئیں گے کہ راستوں میں گڑھے پڑ جائیں گے۔ چنانچہ الہام کے الفاظ یہ ہیں کہ:

یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْق وَ یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْق اور فرمایا ”میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دونگا اور تیرا ذکر بلند کرونگا اور تیری محبت دلوں میں بٹھاؤنگا۔“

یہ الہامات ایک ایسے شخص کو ہوئے جو اپنے علاقہ اور گاؤں میں بھی معروف نہ تھا لیکن الٰہی نوشتہ اس طرح پورا ہوا کہ کسی بڑے سے بڑے دشمن کو بھی انکار کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ حضورؑ کو پنجاب اور ہندوستان میں ہی نہیں افغانستان، ایران جملہ عربی ممالک، چین، جاپان، انڈونیشیا سب ممالک میں لوگوں نے قبول کیا اس طرح یورپ کے ممالک انگلستان، فرانس، جرمنی، ہالینڈ، اٹلی وغیرہ اور امریکہ، آسٹریلیا وغیرہ میں حضورؑ پر جان قربان کرنے والے پیدا ہوئے۔ اگر صرف مخالفین تک ہی حضور کا نام پہنچتا تو شاید مخالف کہہ سکتا کہ ایسی شہرت نعوذ باللہ کسی مقبولیت کی دلیل نہیں لیکن یہاں فداکاروں اور جان و مال قربان کرنے والوں کی کوئی حد نہ رہی اور قادیان میں اس قدر لوگ آتے کہ لاکھوں انسان اس کے چشم دید گواہ ہیں کہ قادیان کے راستے میں واقعہ میں بڑے بڑے گڑھے پڑ جاتے تھے اور آج ہم میں سے ہر ایک گواہ ہے کہ احمدیہ مراکز میں اس وقت کے مقابلہ میں کئی ہزار گنا لوگ بانی سلسلہ احمدیہ کا ذکر کرتے اور اسکی محبت دلوں میں بٹھاتے ہر سال جمع ہوتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے ان الہاموں کو لفظ بہ لفظ پورا کرنے کا موجب بنتے ہیں۔

غرض یہ الہامات اور پیش خبریاں ایسی تھیں کہ اسباب کے لحاظ سے ان کے پورا ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔ یہ باتیں اس امر کا قطعی ثبوت ہیں کہ یہ کسی انسانی قلب کی خواہش کا نتیجہ نہ تھیں بلکہ خدائے علیم وخبیر کی پیش خبریاں تھیں جو حرف بہ حرف پوری ہوئیں۔

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے ہر مخالف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ہر قدم پر سلوک بھی ایک معجزہ ہے۔ مخالفین نے آپ کو ناکام کرنے کیلئے کوئی بھی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن اس کے باوجود آپ کے فدائیوں کی جماعت ہر آن بڑھتی چلی گئی اور مخالف اپنے ارادوں میں ہر طرح ناکام رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً خبر دی تھی کہ

اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ وَاِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ۔ یعنی میں اسکی اعانت کروں گا جو تیری اعانت کا ارادہ کرے گا اور میں اس کی اہانت کروں گا جو تیری اہانت کا ارادہ بھی کرے گا۔

اس وعدے کے مطابق جس شخص نے جس معاملے میں بھی حضور کی اہانت کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل ورسوا کر کے رکھ دیا۔

آپ کے خلاف کرم دین ساکن بھین ضلع جہلم نے اس بناء پر مقدمہ کیا کہ آپ نے اسے کذّاب اور لعین کہا تھا۔ انجام کار عین خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کے مطابق سرکاری دفاتر میں اس کا نام کذّاب اور لعین رہ گیا اور حضورؑ بَری ہوئے (حقیقۃ الوحی صفحہ 330)

مارٹن کلارک نے حضورؑ کے خلاف اقدام قتل کا مقدمہ دائر کیا اور ایک شخص عبدالحمید کو جھوٹا گواہ بنایا لیکن آخر وہی شخص سچ بولنے پر مجبور ہوگیا اور ایک ایسے شخص کے ہاتھوں جو خود عیسائی تھا خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو بری کروادیا۔

ایک شخص منشی محمد بخش نے یہ دعویٰ کیا کہ پہلے تو مرزا صاحب بچ جاتے رہے ہیں اب میرا ہاتھ دیکھیں گے۔ خدا تعالیٰ نے اسی ہاتھ پر پھوڑا نکالا اور وہ ہاتھ کاٹا گیا۔

اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ کے معجزات تو اتنے ہیں کہ بتائے ختم نہ ہوں۔ آپ کی زندگی کا ہر آن ہر لمحہ کسی نہ کسی رنگ میں ایک معجزہ تھا

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

☆......☆......☆......☆

ابتلاؤں اور مظالم کے خوفناک ادوار اور جماعت احمدیہ کی ترقیات وروشن مستقبل

سید شمشاد احمد ناصر، مربی سلسلہ، لاس اینجلس امریکہ

مذاہب عالم کی تاریخ کے سرسری مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جب بھی کوئی مرسل، کوئی مامور من اللہ، کوئی ہادی کوئی مصلح، کوئی راہنما، کوئی نبی لوگوں کی ہدایت کے لیے آیا تو اس کی زبردست مخالفت کی گئی، اسے اور اس کے ماننے والوں کو ابتلاؤں کی بھٹی سے گزرنا پڑا، تکالیف اور مظالم برداشت کرنے پڑے۔ اور ان کو زبردست مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ انہیں ہنسی اور ٹھٹھا کا نشانہ بنایا گیا۔ خدا کی اس سنت کا ذکر بڑے واضح الفاظ میں قرآن کریم کی سورۃ یٰسین میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ج مَا یَأْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ o

(یٰسٓ:31)

وائے حسرت بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔

سورۃ الصّف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ O

(61:9)

وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرکے چھوڑے گا خواہ کافر لوگ کتنا ہی ناپسند کریں۔

پس مخالفین جس قدر بھی خدا تعالیٰ کے نور کو اپنی کوششوں سے بجھانے یا اسے مدھم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ ہر دفعہ اپنی نصرت اور تائیدات سماویہ اور مدد کا ثبوت مٹھی بھر جماعت کو عطا فرماتا چلا جاتا ہے۔ اس کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ (58:22)

اللہ نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام خدا تعالیٰ کی اس سنت کا ذکر کرتے ہوئے ''رسالہ الوصیت'' میں فرماتے ہیں:

''یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہوجائے اور اُس کا مقابلہ کوئی نہ کرسکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُن کی سچائی ظاہر کردیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُس کی تخم ریزی اُنہی کے ہاتھ سے کردیتا ہے۔''

(روحانی خزائن جلد20)

تاریخ انبیاء نصرت اور تائیدات الٰہی کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ انبیاء کے مخالفین نے جب بھی اپنے مونہوں کی پھونکوں سے اس نور الٰہی کو بجھانا چاہا خدا نے اس نور کے شعلہ کو اور تیز کردیا اور رہتی دنیا تک اپنے پیاروں کے نام کو عزت سے قائم کردیا۔ کتنی واضح مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں جلانے کی کوشش کی تو کیا ہوا۔ خدا تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا:

یَا نَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرَاهِیْمَ ۙ (الانبیاء:70)

اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی کا موجب ہوجا۔

یہ مخالفت معمولی تو نہ تھی۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا۔ کیا نمرود کامیاب ہوا یا حضرت ابراہیمؑ اپنے مشن میں کامران ہوئے؟ آج تک امت مسلمہ آپ پر درود بھیج رہی ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰى اِبْرَاهِیْمَ اور كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى ابراهیم کی دعائیں کررہی ہے۔

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون مصر کا واقعہ بھی درج ہوا

ہے۔ وہ فرعون مصر جو خدائی کا دعوے دار بن گیا اور حضرت موسیٰؑ اور آپ کی قوم کو ظلموں کا تختہ مشق بنایا۔ کیا حضرت موسیٰؑ اور آپ کو ماننے والے ہٹ گئے یا: فضلنا کم علی العالمین۔ کی صورت میں انہیں اپنے وقت کے لوگوں پر فضیلت عطا کی گئی اور وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دینے والے اور ان کے سر پر کانٹوں کا تاج سجانے والے کامیاب ہوئے یا خدا نے آپ کو حقیقی جاودانی اور ابدی روحانی حیات عطا کی۔ اور آج ان کے پیروکار دنیا کے تمام خطے پر موجود ہیں۔

تاریخ انبیاء میں سب سے نازک اور کربناک دور وہ تھا جس میں اس نبی پر جو سب سے عظیم الشان اور بلند مرتبہ تھا یعنی ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے صحابہ پر ظلم و بربریت کی نئی داستانیں رقم کی گئیں۔ ان ابتلاؤں اور ظلموں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

''جب ہنسی اور ٹھٹھے کی آوازوں میں سے تحسین اور تعریف کی آوازیں بھی بلند ہونا شروع ہوگئیں، تو مکہ کے رؤوساء گھبرا گئے حکام کے دل میں خوف پیدا ہونے لگا۔ تب وہ جمع ہوئے اور اُنہوں نے مشورے کئے اور منصوبے باندھے اور ہنسی اور ٹھٹھے کی جگہ ظلم اور تعدی اور سخت قطع تعلق کی تجاویز کا فیصلہ کیا گیا اور اُن پر عمل ہونا شروع ہوا۔ اب مکہ سنجیدگی کے ساتھ اسلام کے ساتھ ٹکرانے کا فیصلہ کر چکا تھا، اب وہ ''پاگلانہ'' دعویٰ ایک ترقی کرنے والی حقیقت نظر آ رہا تھا مکہ کی سیاست کے لئے خطرہ، مکہ کے مذہب کے لئے خطرہ، مکہ کے تمدن کے لئے خطرہ اور مکہ کے رسم و رواج کے لئے خطرہ دکھائی دے رہا تھا۔ اسلام ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین بناتا ہوا نظر آتا تھا۔ جس نئے آسمان اور نئی زمین کے ہوتے ہوئے عرب کا پرانا آسمان اور پرانی زمین قائم نہیں رہ سکتے تھے۔ اب یہ سوال مکہ والوں کے لئے ہنسی کا سوال نہیں رہا تھا اب یہ زندگی اور موت کا سوال تھا اُنہوں نے اسلام کے چیلنج کو قبول کیا اور اسی روح کے ساتھ قبول کیا جس روح کے ساتھ نبیوں کے چیلنج کو قبول کرتے چلے آئے تھے اور دلیل کا جواب دلیل سے نہیں بلکہ تلوار اور تیر کے ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ اسلام کی خیر خواہی کا جواب ویسے ہی بلند اخلاق کے ذریعہ سے نہیں بلکہ گالی گلوچ اور بدکلامی سے دینے کا اُنہوں نے فیصلہ کر لیا۔ ایک دفعہ پھر دنیا میں اسلام کی لڑائی شروع ہوگئی۔ ایک دفعہ پھر شیطان کے لشکروں نے فرشتوں پر حملہ بول دیا۔ بھلا اُن مٹھی بھر آدمیوں کی طاقت ہی کیا تھی کہ مکہ والوں کے سامنے ٹھہر سکیں۔ عورتیں بے شرمانہ طریقوں سے قتل کی گئیں۔ مردوں کی ٹانگیں چیر چیر کر اُن کو مار ڈالا گیا۔ غلاموں کو تپتی ہوئی ریت اور کھردرے پتھروں پر گھسیٹا گیا۔ اس حد تک کہ اُن کے چمڑے انسانی چمڑوں کی شکلیں بدل کر حیوانی چمڑے بن گئے۔ دیر بعد اسلام کی فتح کے زمانہ میں جب اسلام کا جھنڈا مشرق و مغرب میں لہرا رہا تھا۔ ایک دفعہ ایک ابتدائی نومسلم غلام خبابؓ کی پیٹھ ننگی ہوئی تو اُن کے ساتھیوں نے دیکھا کہ اُس کی پیٹھ کا چمڑا انسانوں جیسا نہیں جانوروں جیسا ہے وہ گھبرا گئے اور اس سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ کیا بیماری ہے؟ وہ ہنسے اور کہا بیماری نہیں یہ یادگار ہے اُس وقت کی جب ہم نومسلم غلاموں کو عرب کے لوگ مکہ کی گلیوں میں سخت اور کھردرے پتھروں پر سے گھسیٹا کرتے تھے اور متواتر یہ ظلم ہم پر روا رکھے جاتے تھے اِسی نتیجہ میں میری پیٹھ کا چمڑہ یہ شکل اختیار کر گیا ہے۔

مومن غلاموں پر کفار مکہ کا ظلم و ستم

یہ غلام جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے مختلف اقوام کے تھے اِن میں حبشی بھی تھے جیسے بلالؓ، یونانی بھی تھے جیسے صہیبؓ۔ پھر اُن میں عیسائی بھی تھے جیسے صہیبؓ اور مشرکین بھی تھے جیسے بلالؓ اور عمارؓ۔ بلالؓ کو اُس کے مالک تپتی ریت میں لٹا کر اوپر یا تو پتھر رکھ دیتے یا نوجوانوں کو سینہ پر کودنے کے لئے مقرر کر دیتے۔ حبشی النسل بلالؓ، اُمیہ بن خلف نامی ایک مکی رئیس کے غلام تھے۔ اُمیہ اُنہیں لے کر دوپہر کے وقت گرمی کے موسم میں مکہ سے باہر جا کر تپتی ریت میں ننگا کر کے لٹا دیتا تھا اور بڑے بڑے گرم پتھر اُن کے سینہ پر رکھ کر کہتا تھا کہ لات اور عزیٰ کی الوہیت کو تسلیم کر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے علیحدگی کا اظہار کر۔ بلالؓ اُس کے جواب میں کہتے اَحَد اَحَد یعنی اللہ ایک ہی ہے اللہ ایک ہی ہے۔ بار بار آپ کا یہ جواب سن کر اُمیہ کو اور غصہ آ جاتا اور وہ آپ کے گلے میں رسہ ڈال کر شریر لڑکوں کے حوالے کر دیتا کہ اُن کو مکہ کی گلیوں میں پتھروں کے اُوپر سے گھسیٹتے ہوئے لے جائیں۔ جس کی وجہ سے اُن کا بدن خون سے تربتر ہو جاتا مگر وہ پھر بھی اَحَد اَحَد کہتے چلے جاتے، یعنی خدا ایک، خدا ایک۔ دیر کے بعد جب خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو مدینہ میں امن دیا۔ جب وہ آزادی سے عبادت کرنے کے قابل ہو گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو اذان دینے کے لئے مقرر کیا۔ یہ حبشی غلام جب اذان میں اشھد ان لا الٰہ الّا اللّٰہ کی بجائے اسھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ کہتا تو مدینہ کے لوگ جو اس کے حالات سے ناواقف تھے ہنسنے لگ جاتے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلالؓ کی اذان پر ہنستے ہوئے سنا تو آپ لوگوں کی طرف مڑے اور کہا تم بلالؓ کی اذان پر ہنستے ہو مگر خدا تعالیٰ عرش پر اُس کی اذان سن کر خوش ہوتا ہے۔ آپ کا اشارہ اِسی طرف تھا کہ تمہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ یہ ''ش'' نہیں بول سکتا۔ مگر ''ش'' اور ''س'' میں کیا رکھا ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ جب تپتی ریت پر ننگی پیٹھ کے ساتھ اُس کو لٹا دیا جاتا تھا اور اس کے سینہ پر ظالم اپنی جوتیوں سمیت کودا کرتے تھے اور پوچھتے تھے کہ کیا اب بھی سبق یاد آیا ہے یا نہیں؟ تو اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں اَحَد اَحَد کہہ کر خدا تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرتا رہتا تھا اور اپنی وفاداری، اپنے توحید کے عقیدہ اور اپنے دل کی مضبوطی کا ثبوت دیتا تھا۔ پس اُس کا اسھد بہت سے لوگوں کے اشھد سے زیادہ قیمتی تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اُن پر ظلم پر ظلم دیکھے تو اُن کے مالک کو اُن کی قیمت ادا کر کے اُنہیں آزاد کروا دیا۔ اسی طرح اور بہت سے غلاموں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مال سے آزاد کرایا۔ اِن غلاموں میں صہیبؓ ایک مالدار آدمی تھے۔ یہ تجارت کرتے تھے اور مکہ کے باحیثیت آدمیوں میں سمجھے جاتے تھے مگر باوجود اس کے کہ وہ مالدار بھی تھے اور آزاد بھی ہو چکے تھے قریش اُن کو مار مار کر بیہوش کر دیتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تو آپ کے بعد صہیبؓ نے بھی چاہا کہ وہ بھی ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں مگر مکہ کے لوگوں نے اُن کو روکا کہ جو دولت تم نے مکہ میں کمائی ہے تم اُسے مکہ سے باہر کس طرح لے جا سکتے ہو۔ ہم تمہیں مکہ سے جانے نہیں دیں گے۔ صہیبؓ نے کہا اگر میں یہ سب کی سب دولت چھوڑ دوں تو کیا پھر تم مجھے جانے دو گے؟ وہ اس بات پر رضامند ہو گئے اور آپ اپنی ساری دولت مکہ والوں کے سپرد کر کے خالی ہاتھ مدینہ چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ صہیبؓ! تمہارا یہ سودا پہلے سودوں سے نفع مند رہا۔ یعنی پہلے اسباب کے مقابلہ میں تم روپیہ حاصل کرتے تھے مگر اب روپیہ کے مقابلہ میں تم نے ایمان حاصل کیا ہے۔

اِن غلاموں میں اکثر تو ظاہر و باطن میں مستقل رہے، لیکن بعض سے ظاہر میں کمزوریاں بھی ظاہر ہوئیں۔ چنانچہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمارؓ نامی غلام کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہ سسکیاں لے رہے تھے اور آنکھیں پونچھ رہے تھے آپ نے پوچھا۔ عمار کیا معاملہ ہے۔ عمار نے کہا اللہ کے رسول بہت ہی برا۔ وہ مجھے مارتے گئے اور دکھ دیتے گئے اور اُس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک میرے منہ سے آپ کے خلاف اور دیوتاؤں کی تائید میں کلمات نہیں نکلوا لئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ لیکن تم اپنے دل میں کیا محسوس کرتے تھے؟ عمار نے کہا دل میں تو ایک غیر متزلزل ایمان محسوس کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا اگر دل ایمان پر مطمئن تھا تو خدا تعالیٰ تمہاری کمزوری کو معاف کر دے گا۔ آپ کے والد یاسرؓ اور آپ کی والدہ سمیہؓ کو بھی کفار بہت دکھ دیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جبکہ اُن کو دکھ دیا جا رہا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس سے گزرے۔ آپ نے اُن دونوں کی تکلیفوں کو دیکھا اور آپ کا دل درد سے بھر آیا۔ آپ ان سے مخاطب ہو کر بولے صَبرًا آلَ یَاسِر فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّۃ۔ اے یاسر کے خاندان صبر سے کام لو۔ خدا نے تمہارے لئے جنت تیار کر چھوڑی ہے اور یہ پیشگوئی تھوڑے ہی دنوں میں پوری ہو گئی۔ کیونکہ یاسرؓ مار کھاتے کھاتے مر گئے مگر اس پر بھی کفار کو صبر نہ آیا اور اُنہوں نے اُن کی بڑھیا بیوی سمیہؓ پر ظلم جاری رکھے۔ چنانچہ ابوجہل نے ایک دن غصہ میں اُن کی ران پر زور سے نیزہ مارا جو ران کو چیرتا ہوا اُن کے پیٹ میں گھس گیا اور تڑپتے ہوئے اُنہوں نے جان دے دی۔

زنیرہؓ بھی ایک لونڈی تھیں اُن کو ابوجہل نے اتنا مارا کہ اُن کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ ابوفکیہہؓ صفوان بن اُمیہ کے غلام تھے۔ اُن کو ان کے مالک اور اس کا خاندان گرم تپتی ہوئی زمین پر لٹا دیتا اور بڑے بڑے گرم پتھر اُن کے سینہ پر رکھ دیتا یہاں تک کہ اُن کی زبان باہر نکل آتی۔ یہی حال باقی غلاموں کا بھی تھا۔

بیشک یہ ظلم انسانی طاقت سے بالا تھے، مگر جن لوگوں پر یہ ظلم کئے جا رہے تھے وہ ظاہر میں انسان تھے اور باطن میں فرشتے۔ قرآن صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اور کانوں پر نازل نہیں ہو رہا تھا خدا اُن لوگوں کے دلوں میں بھی بول رہا تھا۔ اور کبھی کوئی مذہب قائم نہیں ہو سکتا جب تک اس کے ابتدائی ماننے والوں کے دلوں میں سے خدا کی آواز بلند نہ ہو۔ جب انسانوں نے اُن کو چھوڑ دیا۔ جب رشتہ داروں نے ان سے منہ پھیر لیا تو خدا تعالیٰ اُن کے دلوں میں کہتا تھا میں تمہارے ساتھ ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اور یہ سب ظلم اُن کے لئے راحت ہو جاتے تھے۔ گالیاں دعائیں بن کر لگتی تھیں۔ پتھر مرہم کے قائمقام ہو جاتے تھے مخالفتیں بڑھتی گئیں مگر ایمان بھی ساتھ ہی ترقی کرتا گیا۔ ظلم اپنی انتہاء کو پہنچ گیا۔ مگر اخلاص بھی تمام گزشتہ حد بندیوں سے اُوپر نکل گیا۔

آزاد مسلمانوں پر ظلم

آزاد مسلمانوں پر بھی کچھ کم ظلم نہیں ہوتے تھے۔ اُن کے بزرگ اور خاندانوں کے بڑے لوگ اُنہیں بھی قسم قسم کی تکلیفیں دیتے تھے۔ حضرت عثمانؓ چالیس سال کی عمر کے قریب تھے اور مالدار آدمی تھے مگر باوجود اس کے جب قریش نے مسلمانوں پر ظلم کرنے کا فیصلہ کیا تو اُن کے چچا حکم نے اُن کو رسیوں سے باندھ کر خوب پیٹا۔ زبیرؓ بن العوام ایک بہت بڑے بہادر نوجوان تھے۔ اسلام کی فتوحات کے زمانہ میں وہ ایک زبردست جرنیل ثابت ہوئے۔ ان کا چچا بھی اُن کو خوب تکلیفیں دیتا تھا۔ چٹائی میں لپیٹ دیتا تھا اور نیچے دھواں دیتا تھا تا کہ اُن کا سانس رک جائے اور پھر کہتا تھا کہ کیا اب بھی اسلام سے باز آؤ گے یا نہیں؟ مگر وہ اِن تکالیف کو برداشت کرتے اور جواب میں یہی کہتے کہ میں صداقت کو پہچان کر اُس سے انکار نہیں کر سکتا۔

حضرت ابوذرؓ غفار قبیلہ کے ایک آدمی تھے، وہاں اُنہوں نے سنا کہ مکہ میں کسی شخص نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ تحقیقات کے لئے مکہ آئے تو مکہ والوں نے اُنہیں ورغلایا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ہمارا رشتہ دار ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اُس نے ایک دوکان کھولی ہے۔ مگر ابوذرؓ اپنے ارادہ سے باز نہ آئے اور کئی تدابیر اختیار کر کے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تعلیم بتائی اور آپ اسلام لے آئے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی کہ اگر میں کچھ عرصہ تک اپنی قوم کو اپنے اسلام کی خبر

نہ دوں تو کچھ حرج تو نہیں؟ آپ نے فرمایا اگر چند دن خاموش رہیں تو کوئی حرج نہیں۔ اِس اجازت کے ساتھ وہ اپنے قبیلہ کی طرف واپس چلے اور دل میں فیصلہ کرلیا کہ کچھ عرصہ تک میں اپنے حالات کو درست کرلوں گا تو اپنے اسلام کو ظاہر کروں گا۔ جب وہ مکہ کی گلیوں میں سے گزرے تو اُنہوں نے دیکھا کہ روؤسائے مکہ اسلام کے خلاف گالی گلوچ کر رہے ہیں۔ کچھ دنوں کے لئے اپنے عقیدہ کو چھپائے رکھنے کا خیال اُن کے دل سے اسی وقت محو ہوگیا۔ اور بے اختیار ہوکر اُنہوں نے اِس مجلس کے سامنے یہ اعلان کیا اشھدان لاالٰہ الّااللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ دشمنوں کی اس مجلس میں اس آواز کا اٹھنا تھا کہ سب لوگ ان کو مارنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اتنا مارا کہ وہ بیہوش ہوکر گر گئے۔ لیکن پھر بھی ظالموں نے اپنے ہاتھ نہ کھینچے اور مارتے ہی چلے گئے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ جو اُس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے وہاں آ گئے اور انہوں نے اِن لوگوں کو سمجھایا اور کہا کہ ابوذر کے قبیلہ میں سے ہوکر تمہارے غلے کے قافلے آتے ہیں اگر اُس قوم کو غصہ آ گیا تو مکہ بھوکا مر جائے گا۔ اِس پر اُن لوگوں نے اُن کو چھوڑ دیا۔ ابوذرؓ نے ایک دن آرام کیا اور دوسرے دن پھر اسی مجلس میں پہنچے وہاں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنا روزانہ کا شغل تھا۔ جب یہ خانہ کعبہ میں گئے تو پھر وہی ذکر ہو رہا تھا۔ اُنہوں نے پھر کھڑے ہوکر اپنے عقیدہ توحید کا اعلان کیا اور پھر اُن لوگوں نے اُن کو مارنا شروع کیا۔ اِسی طرح تین دن ہوتا رہا۔ اس کے بعد یہ اپنے قبیلہ کی طرف چلے گئے۔

آنحضرت ﷺ پر مظالم

"خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی محفوظ نہ تھی۔ طرح طرح سے آپ کو دکھ دیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ آپؐ عبادت کر رہے تھے کہ آپ کے گلے میں پٹکا ڈال کر لوگوں نے کھینچنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ وہاں آ گئے اور اُنہوں نے یہ کہتے ہوئے چھڑایا کہ اے لوگو! کیا تم ایک آدمی کو اس جرم میں قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے خدا میرا آقا ہے۔ ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کی پیٹھ پر اُونٹ کی اوجھری لاکر رکھ دی گئی اور اس کے بوجھ سے اُس وقت تک آپ سر نہ اُٹھا سکے جب تک بعض لوگوں نے پہنچ کر اس اوجھری کو آپ کی پیٹھ سے ہٹایا نہیں۔

ایک دفعہ آپؐ بازار سے گزر رہے تھے تو مکہ کے اوباشوں کی ایک جماعت آپ کے گرد ہوگئی اور رستہ بھر آپ کی گردن پر یہ کہہ کر تھپڑ مارتی چلی گئی کہ لوگو! یہ وہ شخص ہے جو کہتا ہے میں نبی ہوں۔

آپؐ کے گھر میں اِردگرد کے گھروں سے متواتر پتھر پھینکے جاتے تھے۔ باورچی خانہ میں گندی چیزیں پھینکی جاتی تھیں۔ جن میں بکروں اور اونٹوں کی انتڑیاں بھی شامل ہوتی تھیں۔ جب آپ نماز پڑھتے تو آپ کے اوپر گرد وغبار ڈالی جاتی حتیٰ کہ مجبور ہوکر آپ کو چٹان میں سے نکلے ہوئے ایک پتھر کے نیچے چھپ کر نماز پڑھنی پڑتی۔ مگر یہ مظالم بیکار نہ جا رہے تھے۔ شریف الطبع لوگ اُن کو دیکھتے اور اسلام کی طرف اُن کے دل کھینچے جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن خانہ کعبہ کے قریب صفا پہاڑی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوجہل آپ کا سب سے بڑا دشمن اور مکہ کا سردار وہاں سے گزرا اور اُس نے آپ کو بے نقط گالیاں دینی شروع کیں۔ آپ اُس کی گالیاں سنتے رہے اور کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے اٹھ کر گھر چلے گئے۔ آپ کے خاندان کی ایک لونڈی اس واقعہ کو دیکھ رہی تھی شام کے وقت آپ کے چچا حمزہؓ جو ایک نہایت دلیر اور بہادر آدمی تھے اور جن کی بہادری کی وجہ سے شہر کے لوگ اُن سے خائف تھے۔ شکار کھیل کر جنگل سے واپس آئے اور کندھے کے ساتھ کمان لٹکائے ہوئے نہایت ہی تبختر کے ساتھ اپنے گھر میں داخل ہوئے۔ لونڈی کا دل صبح کے نظارہ سے بے حد متاثر تھا وہ حمزہؓ کو اِس شکل میں دیکھ کر برداشت نہ کرسکی اور انہیں طعنہ دے کر کہا۔ تم بڑے بہادر بنے پھرتے ہو ہر وقت اسلحہ سے مسلّح رہتے ہو۔ مگر کیا تمہیں معلوم ہے کہ صبح ابوجہل نے تمہارے بھتیجے سے کیا کیا۔ حمزہؓ نے پوچھا کیا کیا؟ اُس نے وہ سب واقعہ حمزہؓ کے سامنے بیان کیا۔ حمزہ گو مسلمان نہ تھے مگر دل کے شریف تھے۔ اسلام کی باتیں تو سنی ہوئی تھیں اور یقیناً اُن کے دل پر اثر ہو چکا تھا۔ مگر اپنی آزادی کی وجہ سے سنجیدگی کے ساتھ اُن پر غور کرنے کا موقعہ نہیں ملا تھا لیکن اس واقعہ کو سن کر اُن کی رگِ حمیت جوش میں آ گئی۔ آنکھوں پر سے غفلت کا پردہ دور ہوگیا اور انہیں یوں معلوم ہوا کہ ایک قیمتی چیز ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہے۔ اُسی وقت گھر سے باہر آئے اور خانہ کعبہ کی طرف گئے جو رؤسا کے مشورے کا مخصوص مقام تھا۔ اپنی کمان کندھے سے اُتاری اور زور سے ابوجہل کو ماری اور کہا سنو! میں بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب کو اختیار کرتا ہوں۔ تم نے صبح اُسے بلاوجہ گالیاں دیں اس لئے کہ وہ آگے سے جواب نہیں دیتا۔ اگر بہادر ہو تو اب میری مار کا جواب دو۔ یہ واقعہ ایسا اچانک ہوا کہ ابوجہل بھی گھبرا گیا۔ اس کے ساتھی حمزہؓ سے لڑنے کو اٹھے لیکن حمزہؓ کی بہادری کا خیال کرکے اور اُن کے قومی جتھا پر نظر کرکے ابوجہل نے خیال کیا کہ اگر لڑائی شروع ہوگئی تو اس کا نتیجہ نہایت خطرناک نکلے گا۔ اِس لئے مصلحت سے کام لیتے ہوئے اُس نے اپنے ساتھیوں کو یہ کہتے ہوئے روک دیا کہ چلو جانے دو میں نے واقعہ میں اس کے بھتیجے کو بہت بری طرح گالیاں دی تھیں۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 115 تا 119)

(جاری ہے)

☆......☆......☆......☆

ساؤتھ ریجن امریکہ کی تبلیغی اور تربیتی سرگرمیاں

مولانا محمد ظفراللہ ہنجرا، مربی سلسلہ ساؤتھ ریجن امریکہ

23مارچ 1889ء وہ دن ہے جس دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے مکان کی کچی کوٹھڑی میں بیٹھ گئے اور دروازے پر حافظ حامد علی صاحبؓ کو مقرر کر دیا اور انہیں ہدایت دی کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے کمرہ میں بلاتے جاؤ۔ پہلا ہاتھ جو بیعت کے لئے بلوایا گیا وہ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ کا تھا۔ آپ نے اس ہاتھ کو زور سے پکڑا اور بڑی لمبی بیعت لی۔ پہلے دن باری باری 40افراد نے، آپ علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

مردوں کی بیعت کے بعد گھر میں آئے تو عورتوں نے بھی بیعت کی اور پہلی بیعت حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی اہلیہ حضرت صغریٰ بیگم صاحبہؓ نے کی۔ یہ اس عظیم قافلہ کی بنیاد ہے جو انتہائی غربت اور سادگی سے شروع ہوا اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے 198 ممالک میں قائم ہو چکا ہے۔ ہمیں اس ابتداء کو کبھی بھی بھولنا نہیں چاہیئے۔ اس ابتداء میں ہی ہماری تبلیغ اور ترقی کے خد و خال بیان کر دیئے گئے تھے کہ ان راہوں پر چلتے ہوئے ہی ہماری منازل طے ہونگی۔

☆......حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح طور پر لکھا کہ کسرِ صلیب جانکاہ دعاؤں پر موقوف ہے۔ جب بیت الدعا کی تعمیر ہوئی اس کی غرض بھی آپ نے بیان فرمائی۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ دلائل بھی دیئے، کتابیں بھی لکھیں تلوار کے استعمال کی اجازت نہیں اور 70 سال تک عمر پہنچ چکی ہے ہم نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور اس غرض کیلئے اس کمرہ کو تعمیر کیا تا کہ دعاؤں سے اس غلبہ کو قریب کر دوں آپ پہلے بھی دعائیں کرتے تھے لیکن پوری محنت اور کوشش کے بعد دعائیں ضرور پھل لاتی ہیں۔

☆......کتابیں، اشتہار، خطوط لکھ کر اپنے پیغام کو دنیا تک پہنچایا۔

☆......اسلامی اصول کی فلاسفی کتاب لکھ کر ہمیں انٹرفیتھ سمپوزیم کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

☆......اپنی دعاؤں کی قبولیت کے نشان کو دنیا کے سامنے پیش کر کے ان کو آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا غلام بنایا

☆......اپنے کردار اور اپنے ماننے والوں کے اعلیٰ اخلاق کی بنیاد پر مخالفین کو اپنے اخراجات پر قادیان آنے کی دعوت دی اور مہمان نوازی کر کے ان کے دلوں کو جیتا۔ اور اس بات کا ذکر اخلاق کی تلوار کا وار دلائل سے مضبوط تر ہے اس بات کی طرف اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علمِ کلام پڑھیں تو اس میں بھی اخلاقی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ دلائی گئی ہے اور واضح لکھا ہے کہ مریدوں کی بدکرداری میری بدنامی کا موجب ہوگی جس سے دوسرے لوگوں کو قبولِ احمدیت میں تذبذب ہوگا۔

☆......واعظین اور مبلغین کو تیار کیا اور ان کو مختلف مواقع پر دلائل سکھائے کبھی سیر کے دوران تو کبھی نجی محفلوں میں۔ آپ کا ایک ایک لمحہ اس انقلاب کو قریب تر کرنے میں مصروف تھا۔

☆......فونوگراف کے ذریعے جدید ایجادات کے استعمال کی اجازت دی کہ ان ذرائع کو بھی تبلیغ کیلئے استعمال میں لاؤ۔

☆......اولاد کی تربیت اور ان کیلئے دعائیں کر کے ان کو منادی الی اللہ بنایا کہ وہ سلسلہ کے معین اور مددگار رہونگے۔ محمود کی آمین سب احمدیوں کیلئے ایک نمونہ ہے۔

☆......قادیان کی بستی میں بیٹھے ہوئے اپنے مریدوں کی مدد اور دعاؤں کے سہارے امریکہ کے شہر میں دخول کیا اور فتح کا نشان بن کر امریکہ کی اخبارات کی زینت بن گئے اور ناممکنات کو ممکنات میں بدل کر دکھایا۔ صرف کوشش کی ضرورت ہے اگر وہ ہوگی تو ضرور پھل ملے گا

☆......مناظرے اور علمی بحثیں بھی ہوئیں اور کبھی کبھی تفسیر نویسی اور عربی کلام پیش کرنے کا بھی چیلنج دیا اور یہ چیلنج اپنی برتری کیلئے نہیں بلکہ اسلام اور بانیِ اسلام کی صداقت ثابت کرنے کیلئے

☆......شہروں کے سفر بھی اختیار کئے۔ اپنے مریدوں کی دلداری کیلئے ان کے مہمان بن کر ان کی عزت افزائی بھی کی۔

☆......باوجود بیماری اور کمزوری صحت کے بعض اوقات اسلام کی تبلیغ کا جوش بیماری اور کمزوری کیلئے ایک دوا اور طاقت کا موجب بن جایا کرتا تھا اس کی مثالیں بھی ملتی

ہیں۔اپنے عظیم مشن کیلئے آپ کی کمزوریٔ صحت کبھی آڑے نہیں آئی

☆......دشمن سے بدلہ لینے کی بجائے عفو اور درگزر کی تلوار سے دلوں کو گھائل کیا

☆......لنگر خانہ کا قیام کر کے مہمان نوازی کو بھی تبلیغِ اسلام کی ایک شاخ قرار دیا

☆......اسلام ہمیں اموال کی قربانی کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے۔آپ علیہ السلام نے نہ صرف خود مالی قربانی کی مثالیں قائم کیں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلائی۔

☆......اپنے ماتحتوں اور خادموں سے حسنِ سلوک آپ کا ایک نمایاں وصف ہے۔آپ کا یہ اعلیٰ وصف، اپنوں اور غیروں کے دلوں میں انقلاب لانے کا باعث بنا۔

یہ چند مختصر نکات آپ کے سامنے رکھے ہیں ان کی تفصیلات تو سلسلہ کی کتب میں مل سکتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان نکات پر غور کرنے اور عمل کرنے کی توفیق دے، آمین۔

اب جنوبی ریجن امریکہ میں ہونے والی چند مساعی کا تذکرہ ہے جس کا مقصد ان کام کرنے والوں کیلئے درخواستِ دعا ہے یا شاید کوئی بات کسی کیلئے مفید ثابت ہوجائے وہ اس کیلئے ہدایت اور ہمارے لئے مغفرت کا موجب بن جائے۔

Loyalty to one's country

8 جنوری کو ہیوسٹن میں ایک انٹرفیتھ کانفرنس جس کا عنوان ''اپنے ملک سے وفاداری'' تھا کا انعقاد کیا گیا۔اس عنوان کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کانفرنس میں صرف یہود اور عیسائی مقررین کو اپنے اپنے نقطۂ نظر پیش کرنے کی دعوت دی گئی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کل امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک میں ایک مسلمان کے برے فعل کو اسلام کے ساتھ وابستہ کر دیا جاتا ہے اور پھر یہ موضوع میڈیا کی زینت بنا رہتا ہے جو اسلام اور بانی اسلام کے خلاف زہر اگلتا رہتا ہے۔آج کل قانونِ شریعت، اسلامی سزائیں، رجم، توہینِ رسالت اور ارتداد کے متعلق بہت سی منفی باتیں میڈیا میں آتی ہیں جو اصل تصویر اسلام کی جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے، وہ تعصب کی وجہ سے بہت کم میڈیا میں دکھایا جاتا ہے۔کہا یہ جاتا ہے کہ مسلمان ہر ملک میں اسلامی قوانین کا نفاذ کرنا چاہتے ہیں۔ان غلط فہمیوں کو دور کرنے اور اصل حقیقت کو واضح کرنے کیلئے ایسی کانفرنسز بہت ضروری ہیں تاکہ پرسکون اور غیر متعصب فضا میں بیٹھ کر دوسروں کے دلوں میں حقیقی اسلام کا تصور اجاگر کیا جاسکے۔

اسلام تو اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ عہدے ان لوگوں کے سپرد کرو جو اس کے اہل ہوں اور اس کا حق ادا کرسکیں اور جب وہ حاکم بن جائیں تو پھر ان کا کام ہے کہ عدل قائم کریں اور عوام الناس کا کام ہے کہ ان حاکموں کی اطاعت کریں۔اطاعت کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تاکید فرمائی ہے اور فساد فی الارض سے منع کیا ہے۔مسلمان حکومتوں کی گزشتہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ان کی غیر مسلم رعایا یعنی یہود اور عیسائی، بھی اسلامی حکومت کے عدل و انصاف کی ہمیشہ معترف رہی ہے۔اس پس منظر میں اس کانفرنس کا انعقاد، ہیوسٹن جماعت کی طرف سے اسلام کی خدمت کی ایک ادنیٰ سی کوشش تھی۔

اس کانفرنس میں ہمارے ایک نو احمدی جوزف سیگار صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور صدر جماعت رانا کلیم صاحب نے سب مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور Rice یونیورسٹی کی پروفیسر Sandra کو ماڈریٹر کے فرائض سرانجام دینے کی دعوت دی۔اس کانفرنس کے پہلے مقرر Rabbi Robert Haas تھے جو یہودی مذہب سے وابستہ ہیں۔انہوں نے اپنی تقریر میں خصوصیت سے اس بات کا تذکرہ کیا کہ یہود ہمیشہ اپنے اپنے ملکوں میں حکومت کے وفادار رہے ہیں۔اپنی تقریر کے آخر پر جارج واشنگٹن کے اس خط کا ذکر کیا جس میں ایک فاضل یہودی کی اپنے ملک کی خاطر کی گئی مالی امداد کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔ Rice یونیورسٹی کے پروفیسر Dr. Lynn Mitchel نے حب الوطنی کے حوالہ سے عیسائیت کی تعلیم کا نقطۂ نظر واضح کیا نیز تاریخ کے حوالے سے، عیسائیوں کی وطن کیلئے جانی قربانی، فوجی خدمات، فوج میں شمولیت اور ملک میں قیامِ امن کی کاوشوں کو خلاصۃً ان کی وفاداری کے ثبوت کے طور پر پیش کیا۔

مکرم مولانا اظہر حنیف صاحب، نائب امیر امریکہ نے اسلام کے نقطۂ نظر سے قرآن و حدیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے نمونوں سے اس مضمون پر تفصیل سے بات کی کہ سامعین اور مقررین بھی اسلام کی عمدہ تعلیم سے متاثر نظر آئے اور انہوں نے اس بات کا برملا اظہار کیا کہ میڈیا کو بھی اس نقطۂ نظر کو پیش کرنا چاہیئے۔ان سب شکوک و شبہات اور سوالات کے جواب دیئے جو میڈیا نے مسلمانوں اور اسلام کے خلاف پیدا کئے ہوئے ہیں کہ مسلمان امریکہ اور یورپ کے وفادار نہیں ہیں۔اور قانونِ شریعت کی وضاحت کی جو کہ سراسر عدل پر مبنی ہے اور ہر ایک کو اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے اپنے وطن سے محبت کو ایک مذہبی فریضہ جاننا چاہیئے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے متعلق تعلیم اور اس کی تعمیل کو آپؐ کے خلفاء نے زندہ رکھا کہ عیسائی اور یہود بھی ان حکومتوں کے زیرِ سایہ رہنا ترجیح دیتے رہے۔اس کے بعد سوالات کا سلسلہ شروع ہوا جو کہ سامعین کی دلچسپی کا ثبوت تھا۔عمائدین شہر نے بھی شکریہ کے الفاظ کہے۔

Congresswoman Sheila Jackson Lee نے بذریعہ ٹیلیفون خطاب کیا اور جماعت احمدیہ ہیوسٹن کی اس تعلیمی کانفرنس کے انعقاد اور محبت اور بھائی چارہ کی اس مثال کو پیش کیا۔وہ Arizona میں ہونے والی فائرنگ کی وجہ سے بنفسِ نفیس تو شامل نہ ہوئیں لیکن اپنے پیغام کے ذریعے شمولیت کی۔Boniuk سنٹر کے بانی Dr. Milton Boniuk نے شکریہ ادا کیا اور Rice یونیورسٹی میں پروگرام

کرنے کی دعوت دی۔ آخر پر معزز مہمان جج Ed Emmett نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ سے کیا کہ کاش میڈیا اس کونشر کرے تو بہت سارے اسلام کے متعلق شکوک وشبہات دور ہو جائیں۔ آپ نے مزید کہا کہ اس کانفرنس میں مثبت انداز میں عمدہ تعلیمات پیش کی گئی ہیں جو میرے لئے بھی ازدیادِ علم کا موجب بنی ہیں۔ مکرم ومحترم منعم نعیم صاحب نائب امیر امریکہ نے سب کا شکریہ ادا کیا اور پولیس کی طرف سے مکرم محمود خان صاحب مرحوم کی خدمات کے عوض ایک سند پیش کی گئی جو کہ مکرم صدر صاحب نے شکریہ کے ساتھ وصول کر لی۔

خاکسار نے دُعا کروائی اور ان مہمانوں کا شکریہ ادا کیا جو کہ لمبی مسافت طے کر کے آئے تھے Dallas جماعت سے بھی ایک وفد نے شمولیت کی۔ اس تقریب کے بعد مہمانوں کی خدمت میں ڈنر پیش کیا گیا۔ ڈنر کے دوران بات چیت سے حاضرین کو مزید تعارف کا موقعہ ملا۔ خدا کے فضل سے 90 سے زائد مہمان تھے اور ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جنہیں پہلی بار مسجد میں آنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ہیوسٹن جماعت کی شمولیت تھی۔ ہیوسٹن نارتھ کے صدر جماعت اور سیکرٹری تبلیغ مرزا مظفر احمد صاحب اور ناصر حفیظ ملک نے اس تقریب کے سارے انتظامات کئے اور باقی دونوں جماعتوں کا تعاون بھی حاصل رہا۔

میڈیا ٹریننگ کانفرنس

اس زمانے میں تبلیغ اور تربیت کیلئے دور تک رسائی کیلئے میڈیا ایک اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے MTA کا اجراء فرمایا تھا اور جماعت کی تربیت اور تبلیغ میں اس کا ایک اہم کردار ہے۔

دوسرے TV چینلز پر اسلام کی تصویر ایک منفی انداز میں پیش ہوتی ہے اور بعض اوقات بروقت جواب کیلئے فراست اور ہوشیاری کی ضرورت ہے اور لوگ TV کو انٹرویو دینے سے گھبراتے ہیں کہ کہیں غلط جواب منہ سے نہ نکل جائے ورنہ جگ ہنسائی ہوگی۔ اس اہمیت اور ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے احباب جماعت کو سکھانے کیلئے ڈاکٹر نسیم رحمت اللہ صاحب اور آپ کی ٹیم بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کر رہی ہے۔ 16 جنوری کو ہیوسٹن میں میڈیا ٹریننگ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ صبح 9 بجے قرآن کریم کی تلاوت سے آغاز کیا گیا۔ بعد میں ڈاکٹر صاحب نے اس موضوع سے متعلق ہدایات دیں۔ اس کی ضرورت اور اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد محمد احمد چودھری صاحب نے اس کلاس کو جاری رکھا اور یہ شام 5 بجے تک چلتی رہی۔ جس میں ان سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے جو کہ آج کل امریکن TV چینلز پر زبان زد عام ہیں۔ خدام، اطفال اور لجنات کی پریکٹس کروائی گئی۔ انہوں نے خوب دلچسپی سے اس پروگرام کو سنا اور اس میں حصہ لیا۔ آخر پر خاکسار نے سب کا شکریہ ادا کیا اور دعا کروائی۔

Dallas میڈیا ٹریننگ کلاس

15 جنوری بروز ہفتہ صبح نو بجے ڈیلس میں ٹریننگ کلاس شروع ہوئی۔ ڈاکٹر نسیم رحمت اللہ صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے اس کا آغاز کیا اور اپنے ابتدائی خطاب میں اس کلاس کی ضرورت اور اہمیت بیان کی۔ اس وقت ہر احمدی کو اسلام کے دفاع کیلئے سینہ سپر ہو جانا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہ کامیاب جرنیل تھے جنہوں نے اسلام اور محمد مصطفیٰ ﷺ پر اٹھنے والے ہر اعتراض کو اپنے سینے پر لیا اور اس کا جواب دیا۔ اور آج مسلمان سکالر بھی گواہی دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحبؒ نے اسلام کے دفاع کا حق ادا کر دیا جبکہ دوسرے علماء باہم دست وگریبان تھے عیسائیت کے اعتراضات کے جوابات دینے کا حوصلہ ہی نہیں تھا۔ ہم بھی اس مسیح موعودؑ کے ادنیٰ سپاہی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ قادیان کی بستی سے امریکہ کے شہر Zion تک پہنچے اور اخبارات کے ذریعے عیسائیت کا مقابلہ کیا اور اسلام کی برتری ثابت کی۔ امریکہ کی پرانی اخبارات اس صداقت کی گواہ ہیں۔ ہمیں بھی گھبرانا نہیں چاہیئے کوشش کریں رستے خود بخود کھلتے جائیں گے۔ اس کے بعد ٹیم کے دوسرے ممبران نے ہر زاویے سے رہنمائی کی۔ اور یہ کلاس حاضرین کیلئے بڑی کشش کا موجب رہی۔ اور انہوں نے بہت کچھ سیکھا اور اس کی پریکٹس بھی کروائی گئی۔ آخر پر ڈاکٹر صاحب نے ان سوالات کے جوابات دیئے جو آج کل اسلام کے خلاف پیش کئے جاتے ہیں۔ اسلام میں عورتوں کو مساوی حقوق حاصل نہیں۔ رجم، ارتداد کی سزائیں۔ 4 بیویوں کی اجازت کیوں ہے؟ وغیرہ۔ صدر جماعت چودھری اکرم صاحب نے سب مہمانوں کا شکریہ ادا کیا کہ ہماری ٹریننگ کیلئے اپنا قیمتی وقت دیا اور ایک لمبا سفر کر کے یہاں آئے۔ اختتام پر مہمانوں کو ڈنر پیش کیا گیا۔

صدر خدام الاحمدیہ کا دورہ ڈیلس ہیوسٹن، آسٹن مجالس

15 جنوری کو صدر صاحب خدام الاحمدیہ رضوان الہ دین صاحب جنوبی مجالس کے دورہ کے لئے تشریف لائے۔

Dallas ' خدام الاحمدیہ اور اطفال، جو خدام الاحمدیہ کے سکارف میں ملبوس تھے' نے رضوان الہ دین صاحب کو بحیثیت صدر صاحب خدام الاحمدیہ' پہلی بار ڈیلس آمد پر شاندار طریق سے خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد خدام اور اطفال کے ساتھ باقاعدہ میٹنگ ہوئی۔ تلاوت اور عہد نامہ کے بعد صدر صاحب نے ان مجالس کو تبلیغی تعلیمی اور

تربیتی سرگرمیوں میں ہر ایک کو ساتھ لے کر چلنے کی تاکید کی اور نیکیوں میں سبقت لے جانے سے متعلق ارشادِ الٰہی کی طرف توجہ دلائی۔ اس موقعہ پر ریجنل قائد مکرم تنویر احمد صاحب بھی ہیوسٹن سے آئے ہوئے تھے۔ اتوار کی صبح Austin مجلس کے دورہ کیلئے روانہ ہوئے۔ ڈیلس کی طرح آسٹن خدام اور اطفال نے گرمجوشی سے صدر صاحب کا استقبال کیا۔ بعد میں با قاعدہ اجلاس ہوا۔ صدر صاحب نے نیکیوں کے میدان میں آگے بڑھنے اور تعاون کرنے کی تاکید کی۔ تعارف کے دوران ان تنظیموں کے اراکین نے آپ کی ہدایات پر عمل کرنے کا عزم ظاہر کیا۔

بعد نماز عصر صدر صاحب' ریجنل قائد صاحب کے ساتھ' ہیوسٹن کے دورہ کیلئے روانہ ہوئے۔ جب آپ مسجد بیت السمیع پہنچے تو یہاں بھی اطفال و خدام نے آپ کا والہانہ استقبال کیا۔ تلاوت قرآن کریم اور عہد کے بعد خاکسار اور مکرم منعم نعیم صاحب' نائب امیر امریکہ نے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ اس کے بعد صدر صاحب خدام الاحمدیہ نے مختصر خطاب کیا۔ مکرم عابد خان صاحب لندن نے اپنے تجربات اور خدام و اطفال کے اخلاص و وفا کو سراہا۔ آخر پر صدر صاحب نے نصائح کیں۔ تبلیغ اور نمازوں کی حاضری اور اطاعت کی طرف توجہ دلائی۔ دعا کے ساتھ اس تقریب کا اختتام ہوا۔ اس کے بعد Barbeque کا انتظام تھا۔ صدر صاحب ساؤتھ ریجن کی مجالس کے اخلاص و وفا سے پُر امید اور متاثر ہو کر گئے ہیں، الحمدللہ۔

اطفال، خدام تربیتی کیمپ

گرمیوں کی چھٹیوں میں عموماً تربیتی کیمپ منعقد کئے جاتے ہیں۔ اسی طریق پر اس دفعہ دسمبر کی چھٹیوں میں بھی ڈیلس میں 17 سے 19 دسمبر تک ایک تربیتی کیمپ کا انعقاد کیا گیا۔

Houston میں 31,30,29 دسمبر بروز بدھ، جمعرات، جمعہ تین دن کیلئے مسجد میں کیمپ تھا جس میں قیام و طعام کا انتظام کیا گیا تھا۔ دوران کیمپ خدام کو نمازِ تہجد و فجر کی امامت اور درس القرآن کریم کی سعادت ملتی رہی۔ 8 گھنٹے کی تربیتی کلاس میں دینی معلومات، نماز، عقائد اور دوسرے اسلامی مسائل سکھائے گئے۔ سوال و جواب کے سیشن بھی ہوئے۔ دو گھنٹے سپورٹس کروائی جاتی رہیں اور تقریری مقابلہ جات بھی ہوئے۔ خدا کے فضل سے 35 خدام و اطفال نے با قاعدگی سے شمولیت کی اور اس سے خوب فائدہ اٹھایا اور آئندہ بھی ایسے پروگرام کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

سالِ نَو اجتماعی تہجد

خدا کے فضل سے ساؤتھ ریجن میں ڈیلس، آسٹن اور ہیوسٹن میں نئے سال کی آمد پر مسجد میں با جماعت نماز تہجد، فجر کا انتظام ہمیشہ دستور رہا ہے۔ اس سال بھی رات قیام مسجدوں میں رہا۔ نوافل اور دعاؤں سے نئے سال کا استقبال کیا گیا۔ Houston میں صبح نماز با جماعت تہجد اور فجر کے بعد درس قرآن کریم ہوا جس میں جماعت کی کثیر تعداد موجود تھی۔ خدا کرے یہ سال جماعت کی مزید ترقی کا پیش خیمہ ہو، آمین۔ بعد ازاں لجنہ اماء اللہ نے سب کیلئے لذیذ ناشتے کا انتظام کیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے، آمین۔ اس کے علاوہ لوگوں نے انفرادی طور پر بھی اپنے اپنے گھروں میں اس کا انتظام کیا ہوا تھا۔

Austin, Dallas تربیتی سیمینار

مورخہ 15 جنوری کو آسٹن جماعت میں تربیتی سیمینار منعقد کیا گیا اور اگلے دن Dallas میں یہ سیمینار ہوا۔ اس کا موضوع تھا ''امن کس طرح حاصل کیا جاتا ہے؟''

مکرم ناصر ملک صاحب سیکرٹری تربیت نے اس سیمینار کو Conduct کیا۔ اس میں پوری جماعت کے ممبران کو مدعو کیا گیا تھا اور Interactive ہونے کی وجہ سے شروع سے آخر تک یہ سیمینار انتہائی دلچسپی سے اٹینڈ کیا گیا۔ سیکریٹری صاحب نے سلائیڈز کی مدد سے درجہ بدرجہ ان عناصر کی وضاحت کی جو ایک متوازن شخصیت میں ہونے چاہئیں یعنی فکر، عقل اور عمل۔ ان اجزائے ترکیبی سے ایک فرد متوازن شخصیت کے طور پر ابھر کر سامنے آتا ہے۔ ایسے افراد سے پُر امن گھر تشکیل پاتے ہیں اور جب ایک گھر امن کا گہوارہ ہوگا تو جماعتوں میں اور معاشروں میں بھی امن ہوگا۔ اس موضوع کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے آپ نے خالص اسلامی نقطہ نگاہ سے 'امن' کی وضاحت کی۔ ایک گھر میں امن کی بنیاد کا انحصار بچوں کی تربیت پر ہوتا ہے۔ اگر ایک بچے کو شروع سے پر امن ماحول میں، متوکل و پرسکون ماں باپ کی طرف سے خالص مذہبی امور کے تحت تربیت ملے گی تو وہ بچہ بڑا ہو کر اپنے خاندان، معاشرہ، جماعت کیلئے ایک پُر امن فرد ثابت ہوگا۔ صرف اپنے گھر کی حد تک ہی نہیں بلکہ ایک عظیم تبلیغی ذمہ داری جو آج ہم پر ہے اس کیلئے ہمیں اپنے تعلیمی معیار کو بڑھانے، اسلامی روایات کا گہرا علم رکھنے، اور ہر طرح کے حالات میں خود کو ایک مضبوط کردار کے طور پر پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ بنیادی مذہبی ارکان کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ان تعلیمات سے دُوری ہی آج دنیا کیلئے بے چینی اور بے یقینی کی فضا پیدا کر رہی ہے۔ اپنے نفس کے محاسبہ اور روحانی ترقی کے ایک جائزہ کیلئے، مکرم سیکرٹری صاحب نے ایک Handout سب میں تقسیم کیا جو دس شرائط بیعت، روحانی ترقی کے ضامن بنیادی ارکان کی پاسداری یعنی نماز، اطاعت، سچائی، توکل، حیاء وغیرہ اور ذاتی تجزیہ پر مشتمل تھا۔ اس Handout کا مقصد یہ اندازہ لگانا تھا کہ خدا اور رسول کے احکام کی روشنی میں ہم کس حد تک اپنے عہد کو

پورا کر رہے ہیں۔ اپنی کمزوریوں پر قابو پانے کیلئے کیا اقدامات کئے جاسکتے ہیں مثلاً اگر ایک نیک عمل بظاہر کسی کیلئے مشکل ہو، یا حسبِ پسند نہ بھی ہو تو اسے اللہ کا حکم سمجھ کر شروع کر دینا چاہئے اور آہستہ آہستہ اس عمل میں لذت محسوس ہونی شروع ہو جائے گی۔ اپنے نفس کے بہانوں اور رخصتوں کو پس پشت ڈال کر نفسِ امّارہ ولوّامہ سے آگے بڑھتے ہوئے نفسِ مطمئنہ کی جانب بڑھنا ہوگا۔ یہ امن وسکون کی اصل منزل ہے۔ عائلی زندگی میں میاں اور بیوی کو مل کر توازن کے ساتھ اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ والدین، اولاد، بھائی بہن، دوست الغرض ایک معاشرے کا ہر فرد اس امن کے قیام کا ذمہ دار ہے۔ امن پھیلانے کے بہت سے طریق ہیں مثلاً روزمرہ میل جول میں افشــــوا السلام بینکم بظاہر ایک چھوٹا سا عمل ہے لیکن اس میں سب کیلئے مستقل امن کا پیغام ہے۔ الغرض اس سیمینار میں قرآن وحدیث کی تعلیمات کو بہت مؤثر انداز میں طرزِ معاشرت کے ساتھ مربوط کر کے قابلِ عمل شکل میں پیش کیا گیا۔ اور یہی تربیت کا مقصد ہے کہ ایک ذہن تقویٰ سے مزین ہو کر اپنے عمل کی خوبصورتی سے ماحول کو پرسکون بنائے رکھے۔ اس سیمینار کے آخر پر ممبرات وممبران کی جانب سے سیکرٹری صاحب سے سوالات پوچھے گئے۔

آسٹن کی طرح اگلے روز ڈیلس میں یہی پروگرام تھا، وہاں بھی جماعت کی کثیر تعداد اس تربیتی سیمینار سے مستفید ہوئی۔

اس کے علاوہ ساؤتھ ریجن میں معمول کے مطابق قرآن کریم، وقفِ نو، خدام، اطفال کی کلاسز جاری ہیں۔ پمفلٹ کی تقسیم اور معززین شہر سے ملاقات کی بھی کوششیں جاری ہیں۔ Katy کے میئر سے مورخہ 13 جنوری سائپرس ہیوسٹن کے صدر صاحب نے ملاقات کی، جماعت کا تعارف ہوا اور جماعت کا سووینیئر Mosques around the world تحفۃً پیش کیا گیا۔ انہوں نے آئندہ کیلئے بھی ملاقات اور محبت کا یقین دلایا ہے۔

ریڈیو پروگرام

ہر ہفتہ اور اتوار ہیوسٹن میں ریڈیو کا ایک گھنٹہ روزانہ پروگرام ہوتا ہے۔ فروری سے ہر شام 6 سے 7 بجے تک 1320 AM-WWW.KXYZ بذریعہ انٹرنیٹ دنیا کے ہر کنارے سے اس کو سن سکتے ہیں، انشاء اللہ۔

چرچ میں تبلیغ

22 جنوری کو ایک چرچ کی طرف سے ہمیں ناشتہ کی دعوت دی گئی تھی۔ خاکسار مرزا مظفر احمد صاحب سیکرٹری تبلیغ کے ساتھ وہاں گیا۔ سب کے ساتھ تعارف اور ناشتے کے بعد چرچ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ پادری صاحب نے میرا اور جماعت احمدیہ کا تعارف کروایا۔ خاکسار کو سٹیج پر اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی۔ خاکسار نے جماعت احمدیہ کا تعارف کروانے کے بعد انٹر فیتھ میٹنگ کی اہمیت بیان کی نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے عقیدہ کی وضاحت کی۔ دلائل کی مدد سے ثابت کیا کہ اسلام ایک زندہ، صلح وآشتی پھیلانے والا مذہب ہے۔ سامعین کو اپنے تعاون کا یقین دلایا جس کے ردِعمل میں ان سب نے مسجد آنے اور محبت واخوت کا یقین دلایا۔ اس موقعہ پر 50 کے قریب حاضری تھی۔

نعت

مرزا محمد افضل مربی سلسلہ ٹورانٹو۔ کینیڈا

ہم نے ہر گل کا بانکپن دیکھا
کوئی تجھ سا نہ خوش بدن دیکھا

میرے غم کو جو ڈھانپ سکتا ہے
ایک تیرا ہی پیرہن دیکھا

خود کو تیری تلاش میں کھو کر
تجھ کو خود میں اے جانِ من دیکھا

زندگی تجھ کو ڈھونڈنے نکلی
کوہ دیکھا چمن چمن دیکھا

تیرا ہر لفظ زندگی بخشے
کوئی تجھ سا نہ ہم سخن دیکھا

جیتے جی مر رہے ہیں زندہ لوگ
اور مردوں کو بے کفن دیکھا

رات گزری ہزار انجم میں
صبح سورج کرن کرن دیکھا

معصوم شہید عزیزم خلیل احمد سولنگی

اس شاخِ سولنگی پہ رہے سایہء رحماں

شیخ عبدالمالک ڈیفینس، کراچی

تاریخِ احمدیت میں شہدائے کابل سے لے کر شہدائے لاہور تک خون شہیداں کیا کیا افسانے لکھ گیا ہے! کیسے کیسے وفادار اور دینِ حق کے پرستار آنحضرت ﷺ کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت پہ نثار ہو گئے اور کچھ یوں کہ ع

اک جست میں پا گئے پہلوں کی رفاقت

ان سب شہداء میں جو وصف خاص ہم مشترک دیکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ اسلام سے ان کی وفا کا شعلہ دن رات چمکتا دیکھتے ہیں۔ انہی معصوم شہدائے احمدیت میں سے ایک نامِ نامی عزیزم خلیل احمد سولنگی شہید مرحوم کا بھی ہے۔ محترمہ اصغری خانم صاحبہ اور مکرم حاجی نصیر احمد صاحب سولنگی (گوجرانوالہ) کے گلشن میں 1958 کو ایک گلاب ''خلیل احمد'' کی صورت میں کھلا۔ عزیزم نے اوائل عمر میں ہی جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لینا اور دارالذکر جانا شروع کر دیا تھا یہ سلسلہ بروز جمعۃ المبارک 28 مئی 2010 کو شہادت کا عظیم انعام پانے کے ساتھ اختتام پذیر ہوا جبکہ مذہبی اور اخلاقی دیوالیہ پن میں مبتلا ایک طبقہ کے برین واش کئے گئے چند نوجوانوں نے اس روز لاہور کی دو احمدیہ مساجد (دارالذکر اور مسجد نور) میں ظلم و بربریت کی ہولی کھیلی اور یہ طبقہ بھول گیا ہے کہ خدا کے فرستادوں کے خلاف بری تدبیریں اور ان کے ساتھ مکر کرنے والوں کا کیا عبرت ناک انجام ہوتا آیا ہے۔

عزیزم خلیل احمد کے دادا محترم ماسٹر محمد بخش صاحب سولنگی مرحوم کا تعلق قادیان کے قریب واقع ''کھارا'' گاؤں سے تھا جنہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کے دورِ خلافت میں اٹھارہ برس کی عمر میں بیعت کی تھی اور جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے اسکول کے زمانہ میں استاد بھی رہے اور عزیزم کے والد محترم حاجی نصیر احمد صاحب سولنگی کو اسکول کے دور میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ہم جماعت ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ آپ کی فیملی تقسیم ہند کے بعد ہجرت کر کے گوجرانوالہ میں آ بسی تھی۔ 1980 کی دہائی میں عزیزم کے والد گرامی نے اردو بازار گوجرانوالہ میں ایک الیکٹرک اسٹور قائم کیا۔ عزیزم خلیل احمد نے ابتدائی تعلیم گوجرانوالہ میں حاصل کرنے کے بعد، قائد ضلع گوجرانوالہ و علاقہ کے طور پر اور دیگر جماعتی خدمات سرانجام دیں۔ کچھ عرصہ واپڈا میں ملازمت بھی کی اور الیکٹرک کے کاروبار میں اپنے والد صاحب کا کچھ عرصہ ساتھ بھی دیا۔ والد گرامی کی وفات کے بعد آپ نے اپنا ٹیکسٹائل کا کاروبار شروع کیا۔

16 دسمبر 1983ء کو عزیزم خلیل احمد صاحب سولنگی کی شادی خاکسار کے برادرِ اکبر محترم شیخ عبدالماجد صاحب مرحوم (مؤلف ''اقبال اور احمدیت''، ''فکرِ اقبال اور تحریکِ احمدیہ'' و دیگر کتب) ابن حضرت شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل، مرحوم (مؤلف ''حیاتِ طیبہ''، حیاتِ نور'' و دیگر کتب) کی بڑی صاحبزادی عزیزہ امتہ العزیز صاحبہ کے ساتھ ہوئی۔ شادی خانہ آبادی کے اس بابرکت موقعہ پر محترم ماجد بھائی جان نے ایک دعائیہ نظم لکھی جس میں سے چند اشعار موقعہ کی مناسبت سے درج ذیل ہیں:

ماں باپ بہن بھائی ہیں اور دیدۂ تر ہے   اِک شمعِ وفا، شمعِ محبت کا سفر ہے
والی بنا اس شہر کا اک عالی گہر ہے   اُلفت کی یہ بستی ہے، عقیدت کا نگر ہے
دو قالب و یک جان، مبارک مبارک   ماجد کی دعا یہ ہے کہ تابندہ رہیں یہ

بہ زبان محترمہ سارہ بیگم صاحبہ

اِک غنچہء خنداں ہے خلیلؔ، غنچہء خنداں
اک لعلِ بدخشاں ہے خلیلؔ، لعلِ بدخشاں
دن رات ہے خدمت پر کمر بستہ یہ خادم
اس داعی الی اللہ پہ ہو، شفقتِ یزداں
اس گھر سے ہمیں ٹھنڈی ہوا آئے ہمیشہ
اس شاخِ سولنگی پہ رہے سایہء رحماں

سرتاج جو امتل کا ہے، اس ذات کے صدقے
اس شیریں گفتار کی ہر بات کے صدقے

ہر شب، شبِ بارات ہے، دن خوشیوں سے معمور
بارش ہوئی فضلوں کی، میں برسات کے صدقے

وہ نورِ چشم امتلِ دلبند پہ واری
میں حاجیٔ کعبہ کی ہوں سوغات کے صدقے

ہے اصغری کی گود کا پالا ہوا شاہیں
میں ابنِ نصیر احمد کی بارات کے صدقے

افلاک سے اتری ہے میرے دل پہ سکینت
مولا! تیرے افضال و عنایات کے صدقے

اس دولہا و دلہن کا خدا حافظ و ناصر
قربان میری جان خدا حافظ و ناصر

1996ء میں عزیزم خلیل احمد لاہور شفٹ ہوگئے۔ لاہور میں ٹیکسٹائل کا کاروبار جاری رکھا خلفائے وقت، اپنے والدین اور بزرگوں سے رہنمائی اور دعائیں لیتے ہوئے اور شب و روز کی محنتِ شاقہ کے بعد آپ نے چندہی برسوں میں ایک کامیاب بزنس مین کا مقام حاصل کرلیا اور دین کو بھی دنیا پر مقدم رکھتے رہے۔ سادہ صفت، نیک فطرت عزیزم نے جہاں وقت کی قربانی کی اور مختلف جماعتی عہدوں کے حوالے سے گوناگوں خدمات سرانجام دیں، وہیں مالی قربانیوں کے میدان میں اور خاص تحریکات کے معاملے میں بھی اعلیٰ مثالیں قائم کرتے چلے گئے۔ ایسا لگتا تھا کہ نت نئے رنگ میں خدمات بجالاکر اور بیش از بیش مالی قربانیاں کرکے ان کو روحانی طور پر بے حد تسکین ملتی تھی۔ ان کی ہر ادا سے نظام جماعت کی اطاعت جھلکتی تھی، ان کے ہر قطرۂ خون میں قربانی کا جذبہ موجزن تھا، وہ خلفائے وقت کی اطاعت میں ایک فانی وجود تھے۔ عزیزم خلیل احمد تادیر جماعتی باتیں کرکے اک عجب لذّت اور سرشاری محسوس کرتے تھے۔ وہ اپنی فیملی کے ساتھ ساتھ اپنے بزرگوں اور عزیزوں کیلئے بھی ایک شجرِ سایہ دار تھے، اسی طرح ملازمین اور ضرورت مندوں کیلئے بھی ان کا وجود گھنا سایہ تھا۔ کچھ مدت قبل آپ فیملی سمیت سلور سپرنگ، واشنگٹن امریکہ میں شفٹ ہوگئے تھے جہاں انہوں نے اپنا ٹیکسٹائل کا کاروبار جاری رکھا اور تینوں بچوں (عزیزان شعیب احمد سونگی، اسامہ خلیل سونگی اور درثمین) نے وہاں اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے مختلف کالج / یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا، بڑے صاحب زادے عزیزم شعیب احمد سونگی کو آپ نے اپنے کاروبار میں اپنے ساتھ منسلک کرلیا تھا۔ اپریل 2010 میں امریکہ کی جماعتوں کے انتخابات ہوئے اور آپ کو سلور سپرنگ جماعت کا صدر منتخب کیا گیا تھا۔ پھر آپ ایک عزیزہ کی شادی میں شرکت کرنے اور بعض کاروباری امور نمٹانے کیلئے اکیلے پاکستان آئے ہوئے تھے جبکہ اپنے چندہ وصیت کی امریکہ میں ہی ادائیگی کرکے آئے تھے۔

رہِ وفا کا یہ مسافر عزیزم خلیل احمد سونگی 28 مئی 2010ء کو دارالذکر لاہور میں جمعہ کے موقعہ پر دہشت گردوں کے حملہ میں جامِ شہادت نوش کرکے تکمیلِ وفا کرگیا۔ دینِ حق کی خاطر جان قربان کرکے اپنا عہد نباہ گیا، دلی مدّعا اور حیاتِ جاوداں پا گیا۔ جماعت، اہلِ خانہ اور عزیزان کی تکریم و تعظیم بڑھا گیا۔ یہ شہدائے احمدیت درحقیقت خاک بسر ہوکر بھی ہمارے لہو میں زندہ ہیں اور بول رہے ہیں۔ ان کی قربانیاں ہر آن جو رنگ لا رہی ہیں ان کا مشاہدہ ہر کوئی کرسکتا ہے۔ یہ قربانیاں ہمارے لہو کو گرماتی اور ہمارے ایمانوں کو تقویت بخشتی رہیں گی ہم اپنے اشکوں سے ان شہیدانِ رہِ حق کی عظمتوں کو سلام پیش کرتے رہیں گے۔ ان کے بلندتر درجات کیلئے ہر احمدی کے دل سے دعائیں نکلتی رہیں گی۔ اب شہدائے احمدیت کے مقدس مشن کو آگے سے آگے بڑھانا ہر احمدی کے دل و جان پر قرض ہے۔ یہ بھی اعجازِ مسیحائی ہے کہ جس بہادری اور شان سے جانوں کے نذرانے دیئے گئے ہیں جماعت ان قربانیوں سے اور بھی زیادہ مضبوط سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی ہے۔ ظالم اور ستم گر اور مغضوب و گمراہ گروہ قطعاً احساس نہیں کررہے کہ ان کی ہر بدصورتی اور بدفعلی کی پل بھر میں دنیا کے اربوں انسانوں کو خبر ہوجاتی ہے اور یہ سب قبیح حرکتیں اسلام کی طرف منسوب کردی جاتی ہیں

کوئی عمل ایسا تمہیں کرتے کہ خطہ زمین پر
رحمتیں نازل ہوں، عذاب نہ اُتریں

عزیزم خلیل احمد سونگی شہید مرحوم کی سانحہء لاہور میں شہادت پر آپ کی والدہ صاحبہ، اہلیہ محترمہ، بیٹی، بیٹوں، بہن بھائیوں (محترمہ فوزیہ مبشر سونگی، مکرم مسعود احمد سونگی، مکرم خالد جاوید سونگی) اور عزیزوں نے خدا کی تقدیر پر راضی رہتے ہوئے بے مثال صبر کا مظاہرہ کیا جبکہ سب سے بڑھ کر صبر آنے کا سبب حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے ہر دکھی گھرانے اور شہید کے لواحقین سے فون پر اظہارِ تعزیت فرمانا تھا۔ اس مقدس رابطے پر تو ایسا لگا کہ جیسے آپ ہر دکھی اور شہید کے گھر پر مرہم بدست تشریف لے گئے۔ پیارے آقا کے ان پُر شفقت رابطوں، خاص الخاص دعاؤں، قلبی نوازشوں اور خطبہ جمعہ میں ذکرِ شہید پر سب اہل خانہ سرتاپا تشکر و امتنان ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

☆......☆......☆......☆......☆

اللہ سبحانہ وتعالیٰ

صفیہ بیگم رعنا

یہ تین حرفوں کا بنا ہوا لفظ کیا ہی پیارا نام ہے۔اللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ وہ واحد ہستی ہے جو کہ نہایت مہربان خالق جس نے ایک خوبصورت کائنات کو صرف چھ دنوں میں تخلیق کیا۔ مشرک کہتے ہیں کہاں ہے؟ تمہارا اللہ جو کہ نہ ہی نظر آتا ہے نہ ہی کوئی وجود ہے اُس کا۔ نہ ہی اُسکا کوئی بیٹا ہے۔ نہ ہی وہ کسی کا بیٹا ہے۔

ہاں نہ ہی وہ کسی کا باپ ہے نہ ہی کسی کا بیٹا ہے۔ نہ ہی بے جان مجسمہ ہے۔ وہ ایک عظیم ہستی ہے جو کہ اپنے بندوں کو ہر پل ہر جگہ نظر آتی ہے۔

میں نے اپنے اللہ کو اپنے آس پاس ہر جگہ محسوس کیا اور دیکھا۔ میں نے اللہ کے نور کو صبح کے روشن ستارے میں دیکھا۔ سحر کی سفیدی میں ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی میں اُسے دیکھا۔ میں نے اللہ کو آسمان کی بلندیوں میں دیکھا۔ میں نے بادلوں کی گھن گرج میں اُسے دیکھا۔ رعد کی چمک اور تڑپ میں اُسے دیکھا۔

میں نے اُسے چاند کی ٹھنڈک میں دیکھا۔ میں نے چاند کی حسین چاندنی میں اُسے دیکھا۔ میں نے نیلگوں آسمان میں جھلمل کرتے ستاروں میں اُسے دیکھا۔ میں نے سورج کی تپتی ہوئی شعاؤں میں اُسے دیکھا۔ میں نے پہاڑوں کی بلندو بالا چوٹیوں میں اسے دیکھا۔ پہاڑوں کی بلندیوں سے گرتی ہوئی آبشاروں میں اُسے دیکھا۔ وادیوں کے خوبصورت مرغزاروں میں اُسے دیکھا۔ خوبصورت چشموں سے گرتے ہوئے شفاف پانی کی جلترنگ میں اُسے دیکھا۔ میں نے خوبصورت نرم و نازک پھول کی پنکھڑیوں میں اُسے دیکھا۔ خشک مٹی پر بوندوں کی برسات میں مٹی کی خوشبو میں اُسے محسوس کیا۔ شبنم کے قطروں میں اللہ کا عکس دیکھا۔ ہر ذی روح میں سرتا پا اُس کی قدرت کی تخلیق کا کمال دیکھا۔ بحرِ بیکراں میں اُس کے سکوت کا ایک بہترین منظر دیکھا۔ کبھی لہروں کے طلسم میں اُسے دیکھا۔ چاند کی چودھویں رات کے مدّ و جزر میں اُسے دیکھا۔ چاند کی طرف اچھلتے ہوئے پانی کی لہروں میں اُسے دیکھا۔ اُس منظر کی تجلّی میں اللہ کی محبت کے راز کو دیکھا۔

الغرض میرے اللہ جدھر نگاہ گئی ٗتُو ہی تُو ہے۔ ہر طرف تجھے دیکھا۔ موسیٰ نے کوہِ طور پر تیری تجلی کے نُور کو دیکھا۔ میں نے ہر طرف دیکھنے کیلئے اپنی آنکھوں میں تیرا نور دیکھا۔ موسیٰ کو تو نے عصا اور یدِ بیضا بخشا ٗ فرعون اور اُسکی قوم نے بھی اُسے دیکھا۔ حضرت نبی کریم ﷺ کی سیرت و کردار کے نُور میں تجھے جلوہ گر دیکھا۔ مسیح الزماںؑ کو خبر و قلم کا کمال بخشا جو زمین کے کناروں تک پہنچا سُنا اور ہم نے دیکھا۔

نعت

محمد ہادی مونسؔ پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا

وہ کون ہے جو سدا تجھ سے فیضیاب نہیں
جہانِ ارض و سما پر تیرا جواب نہیں

تیرے وجودِ مبارک میں خاص برکت ہے
تیرے بغیر کسی شے پہ آب و تاب نہیں

تیری چمک سے سبھی کائنات نورانی
غروب ہونا تیری صفتِ ماہتاب نہیں

اگر نہیں ہے محمدؐ سے کچھ شناسائی
برائیوں کا زمانے میں سدِ باب نہیں

تو آفتاب کی مانند ضوفشاں ہر دم
کہ دوسروں میں کوئی مثلِ آفتاب نہیں

خدا کے ایسے پیمبر کی شان میں مونسؔ
درود پڑھنا صبح و شام کم ثواب نہیں

نقد و نظر

تبصرہ نگار منصور احمد لکھنوی

نام کتاب ماں کا پیغام بچوں کے نام

نام مصنف ارشاد عرشی ملک

رابطے کا پتہ مکان نمبر 189 اسٹریٹ نمبر 18 سیکٹر F-10/2، اسلام آباد

ای میل ایڈریس arshimalik50@hotmail.com

قیمت درج نہیں

اردو کے مشہور شاعر اور نقاد جناب فراق گورکھپوری نے میر تقی میر کے کلام سے غالب کے کلام کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ میر صاحب اپنے موضوعات کے تنوع اور پھیلاؤ نیز ندرتِ کلام اور محاورے اور روزمرّہ پر قدرت کی وجہ سے غالب سے بڑے شاعر ہیں مگر غالب کو میر صاحب پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ انہوں نے خود ہی اپنے کلام پر خود تنقیدی کرتے ہوئے اس سے تمام کمزور اور محلِ نظر اشعار خارج کرتے ہوئے جو مختصر سا مجموعہ اہلِ نظر کے سامنے پیش کیا۔ اس کی آب و تاب ڈیڑھ سو سال کے بعد بھی مدھم نہیں ہو سکی ہے جبکہ میر صاحب کا کلام اس سے زیادہ ارفع اور زیادہ متنوع ہونے کے باوجود بسیار گوئی اور رطب و یابس کی بھرمار اور ابتذال کی وجہ سے وہ رتبہ اور مقبولیت حاصل نہ کر سکا جو غالب کو حاصل ہے

اس موضوع پر بلکہ اس کی مخالفت میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر میں اس موضوع کو نہیں چھیڑتا۔ کیونکہ میر صاحب یا غالب پر لکھنا اس وقت میرا مقصد نہیں ہے بلکہ قارئین کو اس لطیفے میں ضرور شریک کر لینا چاہتا ہوں کہ فراق نے میر صاحب کو جس الزام پر مجرم ٹھہرایا ہے۔ اس جرم میں وہ خود بھی ید طولیٰ رکھتے تھے اور سو ڈیڑھ سو اشعار کی غزلیں لکھ ڈالنا ان کے بائیں ہاتھ کا کمال تھا۔ اس موضوع پر بہر حال فراق صاحب کے نظریہ سے اختلاف رکھنے کے باوجود اتنا تو ماننا ہی پڑتا ہے کہ اردو کے بیشتر شاعر آج بھی طول نگاری اور بسیار گوئی کے اسی مرض میں مبتلا ہیں جس میں میر صاحب بلکہ خود فراق صاحب بھی مبتلا تھے۔ بات دراصل یہ ہے کہ کسی کو اپنا بیٹا اور شعر بُرا نہیں لگتا۔ بلکہ ہمیشہ وہ اسے چندے ماہتاب چندے آفتاب قرار دیتے ہوئے نہایت اعلیٰ و ارفع ثابت کرنے پر تل جاتا ہے اور اپنی اس ضد پر تعصب کی حد تک قائم رہتا ہے۔ اردو کے بے شمار شاعر عمدہ اور دل نشین شاعری کرنے کے باوجود اسی لئے گم نام رہ جاتے ہیں کہ ان کے وہ چند بہت اچھے شعر ان کے دیگر کم تر اشعار کے انبارِ عظیم میں اس طرح دب کر گم ہو جاتے ہیں کہ پھر ان کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت اور بڑا سچ ہے کہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ اردو میں ایسے بھی شاعر موجود ہیں اور ہمیشہ رہے ہیں جنہوں نے بہت کچھ کہا ہے مگر اپنی پُر گوئی کے باوجود ہمیشہ انہوں نے قبولِ عام کا مرتبہ پایا۔ جیسے متقدین میں میر انیس اور دورِ موجودہ میں جگر صاحب یا فیض صاحب لہٰذا پُر گوئی کو موردِ الزام ٹھہرا کر کوئی قاعدہ کلیہ بنایا نہیں جا سکتا۔ یہ سب کچھ لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ابھی حال میں عزیزہ محترمہ ارشاد عرشی ملک کا تازہ مجموعۂ کلام "ماں کا پیغام بچوں کے نام" کے نام سے منظرِ عام پر آیا ہے اور ان پر بسیار نویسی کا الزام لگ سکتا ہے۔

عزیزہ محترمہ ارشاد عرشی ملک کب سے شاعری کر رہی ہیں یہ تو مجھے معلوم نہیں مگر اتنا جانتا ہوں کہ ان کا پہلا مجموعۂ کلام 2001ء میں منظرِ عام پر آیا تھا۔ اپنے تازہ مجموعہ کلام کے صفحہ 27 پر انہوں نے کچھ یوں اپنی کتابوں کی فہرست دی ہے۔ (۱) تیرے در کے فقیر ہیں مولا۔ 2001ء (۲) پل صراط پر ایک قدم۔ 2003ء (۳) فریادِ درد۔ 2005ء (۴) بھرے شہر میں بن باس۔ 2008ء اور (۵) ماں کا پیغام بچوں کے نام۔ 2010ء۔ اس فہرست پر نظر ڈالتے ہی احساس ہوتا ہے کہ ان کا ہر مجموعہ تقریباً ایک سال کے وقفے سے منظر عام پر آیا ہے۔ اور اس سے یہ ثبوت مل جاتا ہے کہ ان کی شعر گوئی کی رفتار کتنی غیر معمولی ہے۔ لیکن جس نے اُن کے پانچوں شعری مجموعوں کو پڑھا ہے۔ اس کو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان کی زود گوئی کی رفتار نے ان کے شاعرانہ مرتبے کو نقصان پہنچانے کے بجائے اس کے مرتبے میں اور قدر و قیمت میں کچھ زیادہ ہی اضافہ کر دیا ہے۔ اور ان مجموعوں کو پڑھ کر بے ساختہ اور بے اختیار کہنا ہی پڑتا ہے کہ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

عزیزہ محترمہ ارشاد عرشی ملک کے زیرِ نظر مجموعے بلکہ مجموعوں پر ایک نظر ڈالتے ہی جو پہلا احساس پوری آب و تاب سے خوشبو کی طرح ذہن کے دروازے پر دستک دیتا ہے وہ ان کا سلسلہ احمدیہ عالم گیر اور دینِ حقہ سے اور اس کی اخلاقی، تعمیری اور تربیتی تعلیمات سے ان کا غیر معمولی لگاؤ بلکہ اُن کا عشق ہے۔ اُن کے اس لگاؤ، عشق اور دینی غیرت کی شمعیں ان کے کلام میں پوری آب و تاب سے فروزاں ملتی ہیں اور پڑھنے والے کو ایک بڑے مقصد اور عرفان الٰہی کا احساس دلاتی ہیں اور اردو ادب میں ایک ایسے ذائقے سے روشناس کراتی ہیں جو

فی زمانہ ہمارے ادبی سرمائے سے تقریباً مفقود ہو چکا ہے۔ مگر مجھے امید ہے اور یقین بھی ہے کہ زمانہ جیسے جیسے گزرے گا اس احساس کی لَو تیز سے تیز تر ہوتی چلی جائے گی۔

اس مجموعہ کلام میں عزیزہ محترمہ عرشی ملک کا ایک اور کارنامہ وہ چھوٹی بڑی خوبصورت اور دل نشین نظمیں ہیں جن کا مرکزی خیال انگریزی سے لیا گیا ہے (ایک نظم چینی ادب سے بھی آئی ہے) اردو زبان کے شعری اثاثے میں غیر زبانوں کے خیالات مفاہیم اور اسالیب کی آمد کوئی نئی بات نہیں ہے۔ روایت ہے کہ کوئی تین سو برس پہلے مشہور شاعر ولی دکنی جب دکن سے دلی آئے تو ان کی ملاقات خانوادۂ مجدد الف ثانیؒ کے گل سر سبد، مشہور شاعر اور صوفی حضرت شاہ گلشنؒ سے ہوئی۔ اس وقت تک ولی اردو کی اس شاخ میں شاعری کرتے تھے جو دکنی کہلاتی تھی۔ شاہ گلشن کو ولی کا کلام پسند آیا مگر انہوں نے ولی کو مشورہ دیا کہ دکنی کی تنگ نائے سے باہر نکلو اور عربی و فارسی میں جو ہیرے جواہرات بکھرے پڑے ہیں انہیں لوٹ کر اردو کو مالا مال کر دو۔ ولی کو یہ مشورہ پسند آیا اور انہوں نے خلوصِ دل سے اس پر عمل کر کے اپنی شاعری کو اس طرح بامِ عروج تک پہنچایا کہ لوگ ان کو اردو شاعری کا باوا آدم تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ولی کے بعد آنے والے شعراء نے بھی اس نسخۂ بقا پر کامیابی سے عمل کرتے ہوئے اردو شاعری کو چار چاند لگا دیئے جن میں شاہ مبارک آبرو، مرزا مظہر جانِ جاناں، بچھمی نرائن شفیق، راجہ رام نرائن بے خود، شاہ حاتم، مرزا رفیع سوداؔ، میر تقی میرؔ سے لے کر غالبؔ تک سبھی متقدمین شامل ہیں۔ 1857ء کی رستاخیز کے بعد جب اقصائے ہند میں برٹش راج مستحکم ہوا تو جدید ادب کے نام پر اردو میں عربی فارسی کی جگہ انگریزی نے لے لی، مولانا آزاد، مولانا حالیؔ، ڈپٹی نذیر احمد، رتن ناتھ سرشار، علامہ نظم طباطبائی، سرور جہاں آبادی، علامہ اقبال غرض سبھی نے اس روایت پر عمل کر کے اردو کو مالا مال کر دیا۔ پھر جیسے جیسے وقت آگے بڑھا اس دوڑ میں فرنچ، جرمن، اطالوی، ترکی، چینی، جاپانی اور دوسری زبانیں بھی شامل ہوتی چلی گئیں۔ روسی زبان سے فیض صاحب کی اخذ کردہ یا ترجمہ شدہ نظموں کو کون فراموش کر سکتا ہے۔ عزیزہ عرشی ملک نے بھی اس روایت کو بڑی خوش اسلوبی اور قادر الکلامی سے آگے بڑھایا ہے۔ ان کی نظموں ماں کا پیغام بچوں کے نام، ابو جانی، باپ بیٹا اور چڑیا، ایک دیا جو نہ بجھا، اور اس طرح کی دوسری کئی نظمیں جن کے مرکزی خیال انگریزی سے اخذ کئے گئے ہیں اردو میں ایک گراں قدر اضافہ ہیں۔ ان نظموں کو بڑی سادگی اور پرکاری سے اردو میں منتقل کیا گیا ہے۔ یہ نظمیں اتنی سادگی اور بے ساختگی سے لکھی گئی ہیں کہ اگر عزیزہ محترمہ ارشاد عرشی ملک خود اعتراف نہ کرتیں تو کسی کو احساس بھی نہ ہوتا کہ ان کا مرکزی خیال کسی غیر زبان سے اخذ کیا گیا ہے۔ ان نظموں کی خوبی اور اہمیت کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ جماعت احمدیہ عالمگیر کے واجب الاحترام امام حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے بھی از راہِ شفقت ان میں سے بعض نظموں پر اظہارِ خوشنودی کیا ہے۔

کتاب اعلیٰ کاغذ پر خوبصورت کمپوزنگ اور سادہ مگر دلنشین سرورق کے ساتھ بڑے سلیقے سے چھاپی گئی ہے جسے اچھی کتابوں کے شائقین ضرور پسند کریں گے۔

خوشبو

امۃ الباری ناصر

میرے محبوب سے آتی ہے خدا کی خوشبو
اُس کے ہونٹوں پہ سدا حمد و ثنا کی خوشبو

اس کے ہر قول میں شاہِ دوسراؐ کا لہجہ
اس کے ہر فعل میں ہے صدق و صفا کی خوشبو

بولتا ہے یہ کوئی اور زباں سے اُس کی
اس سے مخصوص ہے اک طرزِ ادا کی خوشبو

جلوہء یارِ نہاں سامنے آ جاتا ہے
پھیل جاتی ہے فضاؤں میں دعا کی خوشبو

وہ ہے اک پیکرِ انوارِ سماوی جس کے
نقشِ پا عام لُٹاتے ہیں ھُدیٰ کی خوشبو

ایک نشہ ہے جو بے خود کئے رکھتا ہے مجھے
جب سے دیکھی ہے ان آنکھوں میں حیا کی خوشبو

دیں کے آنگن میں کھلا ہے گُلِ رعنا کوئی
صاف کہتی ہے یہ سب ارض و سماء کی خوشبو

آسماں رنگ ہوا کارواں سارا اس کا
راہرو بانٹتے ہیں راہنما کی خوشبو

اپنی تائید سے نصرت کی چلائی ہے ہوا
ہر طرف دنیا میں پھیلائی وفا کی خوشبو

سرخ رو ہوتا ہے مولا کی نظر میں بے شک
جو لگا لیتا ہے خوں رنگ حنا کی خوشبو

میں نے یوں ڈوب کے تحریریں پڑھی ہیں اس کی
مجھ میں رچ بس گئی اس ماہ لقا کی خوشبو

سانحہء انڈونیشیا سے متاثر ہو کر

لطف الرحمٰن محمود

بیس کے لگ بھگ لوگ جمع تھے۔۔۔۔ربّ کی عبادت کی خاطر
خُونی مُلّا ٹُوٹ پڑا تا نافِذ ہو ''قرآن''
تین کو ٹکڑے کر ڈالا۔۔۔۔۔۔باقی لہولہان
کپڑوں سے محروم شہید۔۔۔۔۔۔دھوئیں میں ملبوس عبائیں
مسجد نذرِ آتش کر دی!
ہو گئے پورے سرِ شام۔۔۔۔۔۔''غلبہء دین'' کے سب ارمان!
ایسوں کی اصلاح کی دُعا۔۔۔۔۔۔مانگیں بھی تو کیا مانگیں؟
عدل کے ایواں پر قابض انساں!۔۔۔۔۔۔مجھ کو ان کا جرم بتا
کیوں ہوا مُنصِف، صُمٌّ بُکمٌ
حاکم بھی چُپ سادھ چُکا ہے
میرے رَبّ مجھ کو سمجھا۔۔۔۔۔۔ان مقتولوں کا جُرم بتا!
تیرے مہدیؑ کو مانا؟۔۔۔۔۔۔اس جُرم کی اتنی بڑی سزا؟
تُو سات زمینوں کا مالک۔۔۔۔۔۔اور عرشِ بریں کا شاہِ جہاں!
مُشکیں کَس ہر ظالم کی۔۔۔۔۔۔
آتش بار پہاڑ بھی تیرے۔۔۔۔۔۔سُونامی کی لہریں بھی
کھینچ اپنی شمشیروں کو۔۔۔۔۔۔لا حرکت میں تقدیروں کو
ڈھونڈ، پکڑ، جلاّدوں کو۔۔۔۔۔۔مُلاّؤں کو، پیروں کو
رکھ مرہم نخچیروں پر۔۔۔۔۔۔دے آواز اسیروں کو
صبح و مسا کر نذرِ آتش۔۔۔۔۔۔مرگ آسا شہتیروں کو
خائب و خاسر کر میرے مالک۔۔۔۔۔۔بُولہبی تدبیروں کو
اُٹھتے نہیں اب دستِ دُعا۔۔۔۔۔۔معاف مجھے یہ میری خطا

راہ ہے کٹھن

نوٹ: ہدایت اللہ ہبش صاحب کی جرمن میں لکھی گئی نظم کا
اردو ترجمہ از طرف حارث ظفر

اور اب جب زندگی آگے کو بڑھے گی
جب ہماری خاک ہوا میں اُڑے گی
جب روح نئی دنیا دیکھے گی
اور اندھیروں سے اپنے رَبّ کی طرف بھاگے گی
اور پوچھے گی کہ میں نے تیرے لئے کیا کیا؟
تیرے لئے جو مجھے سیدھی راہ پہ لایا
جس نے مجھے آگ اور تباہی سے بچایا
کتنا عظیم تیرا فضل، کتنا ادنیٰ میرا شکر
جب وہ اس وقت معافی کی التجا کرے گی
تو کیا ابھی بھی وقت ہے یا دیر ہو چکی ہو گی؟
جب باغ کی خوشبو اس کو باغ باغ کر رہی ہوگی
وہ ڈر بھی رہی ہوگی کہ آیا وہ کامیاب ہوئی یا نہیں
صرف اس وقت تو پھر تو یہ نہیں ہونی چاہیئے
نہیں! اب صرف امید کی بجلی ہی اس تکلیف کو مٹائے گی
وہ تحفظ جو ایمان سے ملتا ہے۔۔۔اُسی کو ملتا ہے جو اللہ سے محبت کرتا ہے
جس کے خیالات پاک وصاف
اس عاجز پر ہے عیاں۔۔۔کہ وہ نبی کی طرف جھکے
دل کی گہرائیوں سے نور کیلئے دعا کرے
تا کہ رنج اور ہر طرح کے جھگڑے ختم ہو جائیں
تا کہ گرم مزاجی ٹھنڈی پڑ جائے
اور ہم پرندوں کی طرح بلندی کی طرف جائیں
حقیقی زندگی کی راہ پر چلتے ہوئے
جو کوئی بھی جھک گیا
اس کو ایک نئی طرح کا سچا امن ملا
جنت کی راہ کٹھن ہے
احمد پر برکتیں (نازل ہوں)، جس نے یہ راہ دکھائی

حضرت رحمۃ اللعالمین ﷺ دوسروں کی نظر میں

رانا عبدالرزاق خان

☆ ٹالسٹائی روس کا مشہور مورخ ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہے۔ حضرت محمد ﷺ خلیق، متواضع، روشن خیال اور صاحب بصیرت تھے۔ آپ لوگوں سے عمدہ برتاؤ کرتے تھے۔ آپ کی طبیعت اصلاح اور دینی مباحثات کی طرف شروع ہی سے مائل تھی

☆ موسیو کاسٹن کار لکھتا ہے۔ اسلام درحقیقت ایک اجتماعی مذہب ہے۔ یہ ایک مقبول مذہب ہے۔ اس میں تمام وہ چیزیں موجود ہیں جن سے ہمارے اس زمانہ کا تمدن بنا ہے۔

☆ امریکہ کے مشہور پروفیسر ہوورڈ نے روزنامہ نیویارک ٹائمز میں لکھا ہے۔ ہم لوگ خواہ کتنا ہی انکار کریں مگر واقعات کو سامنے رکھ کر یہ ماننا ہی پڑتا ہے کہ اسلام ایک عالم گیر مذہب ہے اور اس قوم پر حکومت کر رہا ہے جو تاریکی کے زمانہ میں عیسائیوں کے لئے شمع بنی رہی ہے اور جس نے ہمارے دماغوں کو اپنے علوم وفنون سے سیراب کر دیا ہے۔ اس کی الہامی کتاب قرآن ہے جو روز اول سے اس طرح محفوظ ہے

☆ پروفیسر ایڈورڈ مونٹے کا یورپ کی مسلمہ شخصیتوں میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کی تحقیق اور صاف گوئی ضرب المثل ہے۔ آپ نے اسلام کا بخوبی مطالعہ کیا ہے۔ آپ اپنی کتاب ''تبلیغ عیسائیت'' میں آنحضرت ﷺ کی سیرت پر لکھتے ہیں کہ یہ سچ ہے کہ حضرت محمد ﷺ وجدان صحیح اور ذوق سلیم کا مجموعہ تھے۔ آپ کا دل اسلام کی روشنی سے منور تھا۔ اور آپ نے اس نور کو مسلمانوں کے دلوں میں بھر دیا تھا۔

☆ مسٹر اسٹینل جو ایک بہت بڑا عالم اور مصنف ہے۔ Speeches of Mohammad میں لکھتا ہے۔ '' محمد ﷺ کی شخصیت رحم وشجاعت کا حیرت انگیز مجموعہ ہے۔ آپ کئی سال عربوں کی مخالفت کا تن تنہا مقابلہ کرتے رہے۔ آپ اتنے خوش خلق تھے کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے محبت سے پیش آتے۔ غیروں کے ساتھ شفقت کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی عظیم الشان فیاضی، بہادری واستقلال اور بے غرضانہ محبت بلاشبہ قابل تعریف ہے۔ اور آپ پر عیش پسندی، ظلم وغیرہ کے جو اتہامات لگائے جاتے ہیں ہم تحقیق کی بناء پر کہتے ہیں کہ یہ سب بے بنیاد ہیں''۔

☆ ۔انگلینڈ کے مشہور رائٹر ٹامس کارلائل اپنی کتاب Hero and hero worship میں لکھتے ہیں۔ یعنی میں آپ کو سچا تو یقین کرتا ہوں بلکہ آپ سب انبیاء سے سچے ہیں۔ کارلائل نے حضرت محمد ﷺ کی سیرت پر ایک مقالہ لکھا ہے۔ جس میں لکھتے ہیں '' محمد نہ غلطی خوردہ ہے نہ مفتری بلکہ وہ اپنے دعویٰ میں راستباز اور صادق تھے''۔

☆ غیر متعصب مفکرین یورپ میں سے باسورتھ سمتھ ایم اے لکھتے ہیں۔ قرآن مجید جو ایک غیر تعلیم یافتہ اُمّی کی کتاب ہے۔ وہ ایک ہی وقت میں منظوم بھی ہے۔ دعاؤں کی بھی کتاب ہے۔ اور بائیبل بھی ہے۔ اور آج کے دن تک تمام نسل انسانی کے نصف حصہ لوگوں کی آبادی کی نظر میں عزت واحترام کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اور معجزہ خیال کی جاتی ہے۔ جیسا کہ محمد ﷺ نے اسے standing miracle قرار دیا ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ جبکہ وہ واقعی ایک معجزہ ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔ علم تاریخ میں یہ ایک بے مثال قسم کی بات ہے کہ محمد ﷺ بیک وقت ایک قوم اور ملت کے اور ایک ایمپائر کے اور ایک مذہب کے کامیاب بانی قرار پائے۔

☆ جارج برنارڈ شا لکھتے ہیں۔ کہ محمد ﷺ کو انسانوں کا نجات دہندہ کہنا چاہیئے۔ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ اگر اس جیسے شخص کو اس زمانہ میں متمدن دنیا کی ڈکٹیٹر شپ سونپی جائے تو وہ اسکی بہت سی مشکلات کے حل میں ایسے طریق پر کامیاب ہو جائے گا۔ جس سے مطلوبہ امن اور سلامتی حاصل ہو جائے۔

☆ ایک یورپین مشہور محقق Pierrs Crailitles لکھتے ہیں تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں۔ جب سے محمد ﷺ نے مسلمان ماؤں، اور بیویوں اور لڑکیوں کو وہ درجہ اور وہ حرمت اور عزت مرتبہ دیا ہے جو ابھی تک مغرب کے قوانین میں عورتوں کو عام طور پر نہیں دیا گیا۔

☆W.Montgomary Watt نے دو کتابیں سیرت محمد ﷺ پر شائع کی ہیں۔ نمبر ا محمد ایٹ مکہ۔ نمبر ۲ محمد ایٹ مدینہ۔ ان ہر دو کتابوں میں اس نے آپ ﷺ پر سب نام نہاد لگائے گئے الزامات کا بھرپور دفاع کرتے ہوئے جواب دیا ہے۔

☆A.J.Arberry پروفیسر عربی کیمبرج یونیورسٹی نے بھی بڑی وضاحت کے ساتھ قرآن کریم اور حضرت محمد ﷺ کی سیرت کے بعض پہلوؤں کی تعریف کی ہے۔

☆Keneth Cragg مسلم ورلڈ امریکہ کا ایڈیٹر تھا۔اس نے ''کال آف دی منرٹ'' نامی کتاب لکھی ہے۔اس نے حضرت محمد ﷺ کے متعلق شہادت دی ہے اور قرآن کریم کے تعلق میں عمدہ بیان دیا ہے۔

☆ اطالوی خاتون واگ لی ایری جونیپلز یونیورسٹی میں عربی کی پروفیسر تھی۔اس نے کتاب اپالوجی آف اسلام لکھی ہے۔جس کا انگلش ترجمہ انٹروڈکشن آف اسلام ہے۔یہ حضرت محمد ﷺ اور اسلام کے عشق میں ڈوبی ہوئی کتاب ہے۔۔۔۔حضرت محمد ﷺ کی سیرت اس رنگ میں پیش کی گئی ہے کہ اس شخص کی زندگی قرآن کا نمونہ ہے۔(ملخص از تقریر چوھدری ظفر اللہ خان)۔

☆لالہ کنور سین چیف جسٹس کشمیر نے 24 جون 1934ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا'' حضرت محمد ﷺ سچے نبی تھے آپ کی سیرت کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ توحید اور مساوات آپ کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔''

☆ پروفیسر شانتارام۔ایم اے اندرا کالج بمبئی نے لکھا ہے'' محمدؐ صاحب ایسے مہا پرش تھے کہ ان کے مقابلہ کا اوتار روئے زمین کی تاریخ میں نظر نہیں آیا۔حضرت محمد ﷺ بہت بڑے ریفارمر ہیں۔آپ نے ہی اخلاق،محبت و مساوات کی روشنی پھیلائی۔اور غریبوں کی مظلومیت کا خاتمہ کر دیا''۔اہم ہستیوں میں حضرت محمد ﷺ کا نام سب سے بلند ہے۔اس کے علاوہ دنیا کے اہم اور بڑے لوگوں نے حضرت محمد ﷺ کو ہمیشہ تعریفی کلمات سے یاد کیا ہے۔ہندوستان میں مہاتما گاندھی،پنڈت نہرو،سروجنی نائیڈو،مسٹر مارکس ڈاڈ،سر ٹیگور،پنڈت گوپال کرشن ایڈیٹر بھارت بمبئی۔لالہ رام چند ایسے سینکڑوں لوگوں نے حضرت محمد ﷺ کی عمدہ سیرت لکھی ہے۔

☆ مشہور مستشرق ڈی کچی لکھتے ہیں۔حضرت محمد ﷺ کی سیرت پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں۔تو وہ ہمیں گونا گوں اوصاف حسنہ کے جامع نظر آتے ہیں۔ان میں ہم وہ فہم وذکا پاتے ہیں۔جو قریش کی امتیازی خصوصیت تھے۔وقار،سلیقہ،میانہ روی اور ضبط نفس کی وہ جیتی جاگتی تصویر تھے۔اور وہ یہ اوصاف ہیں۔جو اعلیٰ درجہ کے انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔(برگزیدہ رسول غیروں کی نظر میں صفحہ 32 الفضل ربوہ یکم فروری 2011ء)

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ

طاہر محمود

چشم ہے نَم میری اے دل میں سمانے والے	ہر کس و ناکسِ دنیا کو رُلانے والے
غمزدوں کے لئے تھا ڈھال ترا دستِ سخا	دونوں ہاتھوں سے خزانوں کو لٹانے والے
سونت کر تیغِ دلائل کیا باطل کو قلم	حق کی خاطر سرِ باطل کو اُڑانے والے
ایک عرصہ سے زمانہ تھا ترا متلاشی	دین و دنیا میں بلند مرتبہ پانے والے
ہر گھڑی پاتی رہی خلقِ خدا فیض ترا	چشمۂ فیضِ مسیحا کو بہانے والے
بس گیا عشقِ الٰہی رگ و پے میں ترے	رنگ تقویٰ کا دل و جاں پہ چڑھانے والے
ایک کیا اَور بھی دیکھے گی کئی چشمِ فلک	ہر طرف ظفر کے پرچم لہرانے والے
ابرِ رحمت تیری تربت پہ جھکے اے طاہر	حکمِ خالق پہ سدا سر کو جھکانے والے

محترمہ سردار بیگم صاحبہ سابق صدر لجنہ اماء اللہ دارلبرکات ربوہ امریکہ میں وفات پاگیئں

ہماری والدہ محترمہ سردار بیگم صاحبہ اہلیہ احمد دین صاحب جمیل مرحوم 20 جنوری 2011 بروز جمعرات بقضائے الٰہی ہیوسٹن ٹیکساس میں وفات پاگئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لمبی عمر اور فعال زندگی سے نوازا۔ امریکہ منتقل ہونے سے قبل آپ کو ایک لمبا عرصہ دارالبرکات ربوہ میں لجنہ اماء اللہ کی صدارت کے فرائض انجام دینے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات قبول فرمائے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً96 سال تھی۔

مؤرخہ 21 جنوری بروز جمعہ آپ کی نماز جنازہ مسجد بیت السمیع ہیوسٹن ٹیکساس میں مولانا ظفراللہ ہنجراء صاحب کی امامت میں ادا کی گئی اور22 جنوری بروز ہفتہ ہیوسٹن ہی میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کی نماز جنازہ غائب کئی جگہوں پر ادا کی گئی۔ حضور ایدا اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز نے ازراہِ شفقت 5 فروری 2011 بروز ہفتہ نماز ظہر سے قبل آپ کی نمازِ جنازہ غائب مسجد فضل لنڈن میں پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت شروع میں ہی نظام وصیت سے منسلک ہونے کا شرف عطا کیا۔ پہلے دس ہزار موصیان میں آپ کا وصیت نمبر7108 تھا۔ آپ نے اپنے پیچھے چار بیٹے عبدالہادی ناصر، مبارک احمد جمیل، عبدالسلام جمیل، ناصر احمد جمیل اور ایک بیٹی ناصرہ دین کے علاوہ56 پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں، پڑپوتے پڑپوتیاں، پڑنواسے اور پڑنواسیاں سوگوار اور یادگار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی تیسری نسل کو پھلتا پھولتا دیکھنے کے توفیق عطا فرمائی۔ ذالك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ آپ کے ایک بیٹے ڈاکٹر بشارت احمد جمیل اور ایک بیٹی رضیہ اختر آپ کی وفات سے چند سال قبل اڑھائی سال کے وقفہ سے وفات پاگئی تھیں۔

تمام احباب جماعت سے عاجزانہ درخواست ہے کہ ہماری والدہ کی مغفرت اور جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ کے لیے دُعا کریں۔ ہماری والدہ کی وفات پر جماعت احمدیہ ہیوسٹن اور محترم مولانا ظفراللہ ہنجراء صاحب مربی سلسلہ کا پُرخلوص تعاون ہمارے خاندان کو حاصل رہا۔ لاتعداد احباب جماعت نے متعدد بار گھر تشریف لاکر تعزیت کی اور ہمارے غم میں شریک ہوئے نیز ایک بڑی تعداد نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کے لیے موجود تھی۔ اس کی علاوہ رشتہ داروں، عزیزوں اور دوستوں کی ایک بڑی تعداد نے ٹیلی فون اور ای۔ میل کے ذریعے رابطہ کر کے تعزیت کی اور ہمارے دُکھ میں شریک ہوئے۔ ہم تمام افراد خاندان جماعت احمدیہ ہیوسٹن، جماعت نیویارک، جماعت بالٹی مور، جماعت میری لینڈ، رشتہ داروں، عزیزوں اور دوستوں کے بے حد شکر گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

عبدالہادی ناصر
سیکرٹری تعلیم، جماعت احمدیہ نیویارک
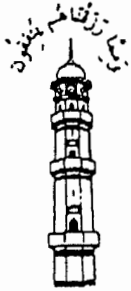
VAKALAT MAL

(**HEAD OFFICE**: *Rabwah Distt Jhang, Pakistan*)

LONDON OFFICE: *43 Gressenhall Road, London SW18 5QH Tel: 0208 874 1091 Fax: 0208 871 4056*

کفالتِ یتامیٰ فنڈ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یتامیٰ کے حقوق کا خیال رکھنے کے بارہ میں کئی جگہ ارشاد فرمایا ہے۔ جماعت احمدیہ عالمگیر خدا تعالیٰ کے فضل سے جہاں دکھی انسانیت کی خدمت کئی طریق سے کر رہی ہے وہاں یتیموں کی کفالت کی بھی توفیق پا رہی ہے۔ احمدیت کی دوسری صدی کے استقبال کے شکرانہ کے طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو یتیم بچوں کی کفالت کرنے کا اعلان فرمایا تھا۔ اُس وقت کئی مخلصین جماعت نے اس تحریک میں حصہ لیا۔ جس سے نہ صرف پاکستان میں ایک سو یتامیٰ کی کفالت کے اخراجات پورے ہو رہے ہیں۔ بلکہ اب یہ سلسلہ ایک سو یتیم بچوں کی کفالت سے بڑھ کر سینکڑوں خاندانوں اور ہزاروں بچوں کی کفالت تک پھیل چکا ہے۔ اور اس فنڈ کے ذریعے خدا تعالیٰ کے فضل سے کئی یتیم بچے نہ صرف اپنے پاؤں پر کھڑے ہو چکے ہیں بلکہ اس فنڈ میں مالی معاونت کی توفیق بھی پا رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 23۔ جنوری 2004ء کے خطبہ جمعہ میں اس تحریک کو پوری دُنیا تک پھیلاتے ہوئے اُمراء جماعت کو اپنے اپنے ملک میں احمدی یتامیٰ کی پڑھائی اور کھانے پینے وغیرہ کے اخراجات کا جائزہ لیکر کام کرنے کی ہدایت فرماتے ہوئے مالی لحاظ سے مضبوط حضرات کو اس نیک کام میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کی تحریک فرمائی تھی۔

پھر حضور انور نے 26۔ فروری 2010ء کے خطبہ جمعہ میں انگلستان، امریکہ، کینیڈا، یورپ اور پاکستان کے مخیّر حضرات کو یتامیٰ فنڈ میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کی تحریک فرماتے ہوئے فرمایا۔ کہ گھر کے افراد کے حساب سے 7-10 پونڈز سالانہ بھی دیں تو بہت بڑا بوجھ ان یتامیٰ کا سنبھالا جا سکتا ہے۔ جن کی کفالت کا انتظام یکصد یتامیٰ کمیٹی کر رہی ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ مخیّر حضرات اس سے زیادہ بھی دے سکتے ہیں۔

اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے پاکستان سے باہر کے کئی ممالک خصوصاً افریقہ، ہندوستان، بنگلہ دیش اور سری لنکا وغیرہ میں بھی کفالتِ یتامیٰ کا کام وسیع ہو چکا ہے۔ جو احباب ربوہ میں یتامیٰ کی کفالت کے بارہ میں معلومات حاصل کرنا چاہیں۔ وہ پاکستان میں اِس تحریک کے سیکریٹری جو کہ نائب ناظر ضیافت ہیں سے وکالتِ مال لندن کی وساطت سے رابطہ کر کے مزید معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ پاکستان سے باہر کی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے وہ احباب جماعت جو افریقہ یا دوسرے پسماندہ ممالک کے یتیم بچوں کی کفالت کے کارِ خیر میں حصّہ لینے کے خواہشمند ہوں وہ حسبِ توفیق اپنی اپنی جماعت میں ادائیگی کر سکتے ہیں یا براہِ راست AMJ (احمدیہ مسلم جماعت) کے نام پر چیک لندن بھی بھجوا سکتے ہیں۔ مخلصین جماعت جن کو اللہ تعالیٰ نے مالی فراخی عطا کی ہوئی ہے۔ ان سے اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کی درخواست ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(مبارک احمد ظفر)

ایڈیشنل وکیل المال لندن